

سرکاری رپورٹ (مباحثات)

پینتالیس و اجالس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 24 اکتوبر 2017ء بروز منگل بہ طابق 03 صفر المظفر 1439 ہجری۔

نمبر شمار	مندرجات	صفہ نمبر
1	تلادت قرآن پاک اور ترجمہ۔	03
2	وقفہ سوالات۔	04
3	تجہ دلاؤ نوٹ۔	05
4	رخصت کی درخواستیں۔	28
5	قرارداد نمبر 98 می جانب: جناب عبدالرحیم زیارتوال ایڈ وو کیٹ، رکن صوبائی اسمبلی۔	32

ایوان کے عہدیدار

اپنیکر میدرم راحیلہ حمید خان درانی

ایوان کے افسران

جناب رحمت اللہ جنک سیکرٹری اسمبلی

جناب عبدالرحمن - ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی)

جناب مقبول احمد شاہواني چیف رپورٹر



بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 24 اکتوبر 2017ء بروز منگل برتطبق 03 صفر المظفر 1439 ہجری، بوقت شام 04 بجھر 40 منٹ پر زیر صدارت جناب ولیم جان برکت، چیئرمین، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب چیئرمین: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز با قاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آ خوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَا عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبُغْيَ ۚ
يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٦﴾ وَأَوْفُوا بِعِهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ
تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٧﴾

(پارہ نمبر ۱۷ سورہ النحل آیات نمبر ۹۰ اور ۹۱)

ترجمہ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ خدا تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو قرض سے مدد دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ اور جب خدا سے عہد کرو تم اُسکو پورا کرو اور جب فتنمیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو کہ تم خدا کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُسکو جانتا ہے۔ صدق اللہ العظیم۔

جناب چیئرمین: جزاک اللہ۔ سُمِ اللہِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ -

میر عبدالکریم نوшیر وانی: میں ایک اہم issue کی طرف آنا پا ہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ہمارے colleagues بیٹھے ہوئے ہیں، اس پر بھی غور کریں گے۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ: جناب چیئرمین صاحب! this is not time according to the rules! چلے of the point of order

جناب چیئرمین: وقفہ سوالات۔ نوشیر وانی صاحب! براہ مہربانی آپ تھوڑی دریتشریف رکھیں، پہلے ہم یہ سوالات کر لیں چہر اسکے بعد آپ کو موقع دینے گے۔ محترمہ عارفہ صدیق صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 340 دریافت فرمائیں۔ عارفہ صدیق صاحب موجود نہیں ہیں لہذا ان کے دونوں سوالات next session کے لیے defer کیے جاتے ہیں۔ 340 نمبر کا جو سوال ہے اُس کو next session کے لیے defer کیا جاتا ہے۔ محترمہ عارفہ صدیق صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 341 دریافت فرمائیں۔ پونکہ وہ موجود نہیں ہیں لہذا اس سوال کو بھی اگلے session کے لیے defer کیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین: سردار عبدالرحمٰن کھیٹران صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 358 دریافت فرمائیں!

سردار عبدالرحمٰن کھیٹران: سوال نمبر 358۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ: چیئرمین صاحب! میرے خیال سے منظر صاحب وہاں کی بنیٹ کی میٹنگ ہو رہی ہے یا تو اس کو تھوڑا اسما on hold کر دیں تاکہ وہ آجائیں یا تو next اُس کے لیے رکھیں کیونکہ کیبنٹ میٹنگ ابھی تک ختم نہیں ہوئی ہے شاید۔ یا ابھی آرہے ہوں گے۔

جناب چیئرمین: یہ تینوں سوالات جو ہیں نا۔

سردار عبدالرحمٰن کھیٹران: ایک منٹ سر! آپ speed میٹ پکڑیں ایک ایک کر کے جائیں۔ ایسا ہے کہ منظر صاحب کی بنیٹ میٹنگ میں ہیں وہ بہت ضروری چیز ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ یہ میرے جواب نہیں آئے ہیں ناں تو اس کو next session میں defer کر دیں تاکہ پھر اس کا جواب بھی آجائے گا۔ منظر صاحب بھی موجود ہوں گے اگر وہ آبھی جاتے ہیں تو جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ جواب نہیں ہے اس کا۔ تو definitely یہ ہونا ہے تو ابھی کر دیں اس میں مزید time ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین: چلیں ٹھیک ہے۔ سردار عبدالرحمٰن کھیٹران صاحب کا سوال نمبر 358، سوال نمبر 359 اور سوال نمبر 360 اگلے سیشن کے لیے defer کیتے جاتے ہیں۔ وقفہ سوالات ختم۔

جناب چیئرمین: توجہ دلاو نوٹس۔ جناب پنس احمد علی صاحب آپ اپنے توجہ دلاو نوٹس سے متعلق سوال

دریافت فرمائیں۔

پنس احمد علی احمدزی: جناب چیئرمین! وزیر داخلہ صاحب بھی موجود نہیں ہیں تو لہذا میرے خیال میں اُنکے لیے انتظار کر لیں پھر توجہ دلا و نوٹس پر بات ہو یا کر لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ اس پر اپنی جو وضاحت بتائیں اُس کے بعد اگر وہ آجاتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ پھر آگے دیکھتے ہیں۔

پنس احمد علی احمدزی: جی۔ کیا وزیر داخلہ از راہ کرم مطلع فرمائیں گے۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سال 2004ء میں جب بلوچستان کا نشیبلری میں تعینات ہونے والے سپاہی اب تک اپنے اضلاع میں ڈیوٹیاں دینے کی بجائے دیگر اضلاع میں ڈیوٹیاں سرانجام دے رہے ہیں۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اب تک ان سپاہیوں کو اپنے اضلاع میں نہ بھیجنے کی وجوہات کیا ہیں۔ تفصیلات دی جائے؟ تو جناب اسپیکر! یہ جب 2004ء میں بلوچستان کا نشیبلری کا یہ پورافارم ہوا تو اُس وقت یہ طے ہوا تھا کہ یہ تمام جو افراد ہیں، بیسی کی، یا اپنے اپنے اضلاع میں ان کو شکم کیا جائے گا۔ لیکن آج 2017ء میں بھی کوئی ایسی واضح پالیسی سامنے نہیں آئی جس سے یہ تمام جو ہیں اپنے اضلاع میں آئیں۔ ابھی بھی ہمارے ڈسٹرکٹ لسیبلر کے کئی جوان دیگر ایریا میں وہ ڈیوٹی کر رہے ہیں اور اپنے فرائض بخوبی طور پر انجام دے رہے ہیں۔ تو کم از کم ایسی واضح پالیسی سامنے آجائے کہ یہ near by districts میں کم سے کم اگر کوئی بھی جگہ تو وہ بھی بہتر ایک انداز سے سلسلہ ہو گا۔ اور اس سلسلہ میں منسٹر صاحب اگر آ جائیں تو وہ مزید policies سامنے لا کیں گے اور law department کا بھی ایک بڑا تفصیلی act موجود ہے تاکہ بہتر ہو کہ ہم ایک اچھے انداز میں اس پوری پالیسی کو سرانجام دیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی سردار صاحب!

سردار عبدالرحمن کھمیران: جناب چیئرمین صاحب! ایسا ہے کہ ان کا بہت خوبصورت point انہوں نے raise کیا ہے پنس صاحب نے۔ یہ بیسی ہے basically مطلب آسمیں majority ہیں یا کوئی ہے۔ اب جیسے ڈسٹرکٹ پولیس ہوتی ہے یہ بھی پولیس کی ایک wing ہے۔ اور سپاہی کی تنخوا کتنی ہو گی بیس بائیس ہزار یا چوپیس ہزار۔ 18 ہزار سے start ہوتی ہے بائیس چوپیس ہزار تک ہے۔ اب بارکھان کا بندہ تربت میں یا مکران کا بندہ موئی خیل میں یا بارکھان میں ڈیوٹی کرے تو وہ تنخواہ اُسکی آنے جانے میں چلی جاتی ہے۔ اگر دو مہینے کے بعد چھٹی پر جاتا ہے تو آنے جانے میں اگر بسوں میں بھی آئے جائے تو اُسکی تنخواہ اُسی میں چلی جائے گی۔ جیسے مثال ہے کہ جی ”بنگی کیا نہائے گی کیا نچڑے گی“، تو ہماری گزارش یہ ہے آپ سے اور باقی طریقہ بخرا سے جو بھی ہیں کہ اس پر آپ اپنی روونگ دے دیں کہ جو جہاں سے بھرتی ہوا

ہے بیسی کی خاص کر، وہ اپنے ڈسٹرکٹ میں واپس جائے اگر اپنے ڈسٹرکٹ میں گنجائش نہ ہو تو ان کے آس پاس کے جو ہمسائے ڈسٹرکٹس ہیں وہاں ان کی تعیناتیاں ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ غریب لوگ ہیں، اپنے فیملی کوسپورٹ کر سکتے گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر مکران کا بندہ ہو اس کو علاقے کا کیا پتہ ہے؟ as compared to جو مقامی ہے یا ایک کھیزان چلا جاتا ہے تربت چنگلور، یا قلعہ عبداللہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ تو اس کو علاقے کا پتہ ہے نہ راستوں کا نہ سلسلہ بس وہ جا کے اُدھر dump ہو کے بیٹھ جانا ہے۔ تو اس میں جیسے لوکل یویز ہے یا ڈسٹرکٹ پولیس ہے وہ اُسی ڈسٹرکٹ میں رہتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ surrounding district میں چلی جاتی ہے۔ تو اسی طریقے سے اُسی patron پر آگراپ کی طرف سے رولنگ آجائے میرا خیال ہے یہ ہمارے ساتھی ٹریڈر میں جو بھی بیٹھے ہیں اس چیز کوسپورٹ کریں گے کہ ان کا یہ مسئلہ حل ہو جائے گا وہ اپنے feeding hand بن جائیں گے اپنے لوگوں کو بچوں کو۔ اب اگر ایک ٹرانسفر ہوتا ہے دو چار مہینے گھر سے باہر، پھر کوئی accommodation کے پاس نہیں ہے وہی بیرکیں ہیں یا گندم کی گوداموں میں پڑے ہوئے ہیں یا تمبو میں پڑے ہیں تو وہ فیملی بھی اپنے پاس نہیں رکھ سکتے۔ تو میرا خیال ہے کہ اس پر آگراپ کی رولنگ آجائے تو ہم مشکور ہونگے

thank you

جناب چیئرمین: چونکہ وزیر داخلہ ایوان میں اس وقت موجود نہیں ہے، کیبینٹ کی میٹنگ میں ہیں۔ ہم کچھ دیراں کا انتظار کر لیں گے۔ تھوڑی دیر کے لیے اسکو pending میں رکھتے ہیں اُسکے بعد اس پر فیصلہ کریں گے۔
ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ: میں تھوڑی سی عرض کروں، اس پر رولنگ نہیں دیں۔

جناب چیئرمین: جی اچھا۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ: کیونکہ BC basically it is not a district corp. over all ہیں بلوچستان میں تو میرا خیال میں me اب اگر قانون اور ہے مجید خان آپ رولنگ دلوائیں گے پھر اسکا تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بیسی کی concept یہی تھی کہ جہاں لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہوگا اسکو ہیں بھیج دیا جائے گا۔ تو میری گزارش ہے تاکہ وہ آجائیں جو بھی سی کی basic principles ہیں اُن کو explain کریں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ ایسی رولنگ دے دیں جو روڑ سے contradict کرے تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ please

جناب چیئرمین: جی ہاں۔

جناب عبدالجید خان اچنزا: جناب اسپیکر! اس وقت بیسی فورس ہمارے صوبے میں 11 ہزار سے زیادہ ہیں جن کی آدمی تنخواہ وہ پولیس والے کے آفیسر ان خود کھاتے ہیں یہ آدھے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آخر اس وقت ہمارے کوئی شہر کی سیکیورٹی اور ہمارے صوبے کی سیکیورٹی کے لیے جو ہم چالیس سے پچاس ارب روپے law enforcement کی

agencies کی تنخواہ کے علاوہ سیکیورٹی کی مد میں ہم دیتے ہیں۔ اُس میں بی سی بھی شامل ہے۔ اور سیکیورٹی کی مد میں اور زیادہ سرکاریف سی وغیرہ کو دیتی ہے۔ تنخواہ نہیں ہے اور سیکیورٹی کی مد میں اور ان کے اخراجات۔ آخر یہ بی سی فورس کا رول کیا ہے ہمارے صوبے میں؟ مطلب بی سی فورس کا ایک رول ہے جو بی سی کا ڈی ایس پی ہے جو بی سی کا ایس پی ہے جو بی سی کا کوئی آفیسر ہے، وہ اُس نے اپنے بندے بھرتی کیے ہیں۔ آدھے اُنکے گروں میں مالی ہیں چوکیدار ہیں آدمی تنخواہ وہ لیتے ہیں آدمی یہ لیتے ہیں۔ BC force mean nothing مطلب اس کا کوئی رول نہیں ہے۔ پھر جب وہ آدمی تنخواہ لے رہے ہیں جیسے سردار صاحب کہہ رہے ہیں پھر آدمی تنخواہ تو اپنے گروں پر دے دیں کم سے کم اپنے علاقے میں وہ تو ڈیوٹی دے سکتے ہیں۔ ہمارے علاقے میں بی سی فورس پڑی ہوئی ہے۔ پہلی پہلی کو ہم ان کو دیکھتے ہیں جب وہ نکلتے ہیں پہلی کے بعد ہم نے فورس کو نہیں دیکھا ہے۔ کہ آخر اس فورس کی ڈیوٹی کیا ہے؟ اتنا بڑا پولیس کا واقعہ ہوا بی سی فورس کا ہیڈ کوارٹر بھی اُدھری تھا، ایک بندہ بھی بی سی فورس کا وہاں نہیں گیا۔ مطلب یہ بار بار ہم کہہ رہے ہیں کہ گیارہ ہزار سے زیادہ لوگوں کو ہم اس صوبے سے تنخواہ دے رہے ہیں اور ان کا رول کچھ بھی نہیں ہیں۔ thank you

جناب چیئرمین: جی کریم صاحب۔

جناب عبدالکریم نوшیر وانی: جناب! ویسے بھی بلوچستان صوبہ بیرون گاری کی زد میں ہے اگر آپ انکو نکالیں گے تو اس میں فائدہ کیا ملے گا؟ جہاں اس کی ضرورت ہو گی یہ بلوچستان کا نشیلری وہاں وہ چلی جائے گی۔ اور وہاں تین، چار یا چھ مہینے، سال تک وہاں ڈیوٹی رہے گی۔ یہ بلوچستان کا نشیلری ہے یا ایک ڈسٹرکٹ پولیس نہیں ہے کہ جہاں ڈسٹرکٹ میں بھرتی ہوتی ہے، وہیں رہے گی۔ یہ پورے صوبے میں سمجھ گئے گشت کر گیلی پورے صوبے میں اس کا رول ہوتا ہے۔ اور جہاں تک ہمارے معزز ساتھی نے کہا کہ اس کا کوئی رول نہیں ہے۔ ویسے بھی آپکا صوبہ بیرون گاری کی زد میں ہے۔ ڈسٹرکٹ دی اور بھوک اور افلام اس وقت انتہا تک پہنچ چکی ہے اس صوبے میں۔ یہ جتنی ڈسٹرکٹ دی ہے بیرون گاری سے ہو رہی ہے۔ آپکو پتہ ہے کتنے گریجویٹ یہاں خاران میں 15 پوسٹوں کے لئے تین ہزار گریجویٹوں نے حصہ لیا آپ اندازہ کریں کہ آپکے ہاں 37 ہزار پوسٹیں vacants پڑی ہوئی ہیں۔ تو مہربانی کریں آپ فوراً ان کو نکالیں اور نکلارے ہے ہیں بہت سے ہمارے دوست نکلارے ہے ہیں۔ بہت سے رہے گئے ہیں۔ اور مزید بی سی کا جو نہیں کہ ڈسٹرکٹ میں رہیں۔ بلوچستان کا نشیلری جہاں اُسکی ضرورت پڑیں گی وہاں اُسکو بھیج دینے۔ اور یہ کوئی مسئلہ نہیں اُنکے لیے کہ وہ ڈسٹرکٹ میں رہیں بھی! وہاں صوبہ سرحد سے لوگ یہاں آکر ملازمت کرتے ہیں۔ پنجاب اور سندھ سے آتے ہیں اور ہمارے بندے جو تربت، خاران، بیله یا دالبندین نہیں جاتے، جانا پڑے گا ان کو۔ اور بی سی کی ڈیوٹی بھی ہے کہ ہر جگہ ہمیں اُس کی ضرورت پڑے گی وہ چلی جائے گی۔ That is all,

thank you.

جناب چیئرمین: جی سردار صاحب!

سردار عبدالرحمن کھٹیر ان: اب اس ایوان میں، میں اور مجید تو ہو گئے بدنام۔ میں پر دہ داری کر رہا تھا، اس نے کھول دی۔ میں ذمہ دار سے کہہ رہا ہوں، ایک معتبر حیثیت سے کہہ رہا ہوں کہ گیارہ ہزار سے ساڑھے گیارہ ہزار بیسی ہے اس وقت، پانچ سے ساڑھے پانچ ہزار ڈیوٹی پر نہیں ہیں۔ میرے ملاتے کے لوگ، اگر آپ کہہ دیں میں ان سے پریس کانفرنس کراویں گا ان کی نوکریاں چلی جائیں گی۔ ہر بندہ جیسے مجید خان نے کہا ہے 8 سے 10 ہزار روپے بھتہ دے رہے ہیں۔ باقی تنخواہ اُس کو پہنچتی ہے 12 ہزار روپے۔ اب وہ کیا کریں 12 ہزار میں وہ گھر میں اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھتا ہے اور ہر دکان چلتا ہے تو اُس فورس رکی پوزیشن یہ ہے کم از کم منظم اگر کچھ بھی collection نہیں ہوتی ہے تین سے چار کروڑ اور پر جار ہے ہیں۔ ونگ کمانڈر سے لیکر اوپر تک۔ ابھی تو ایک اچھا آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ اس سے پہلے میں، اگر کوئی اپنی ایمانداری کا دعویٰ کرتا ہے تو میں prove کروں گا کہ وہ MT کی میں لکھا پیسہ جا رہا تھا۔ اور ان کی تنخواہوں سے جو کٹوتی ہو کر جاتی ہے، زبردستی، دودو مہینے ڈیوٹی پر نہیں ہیں، گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں ان کی کٹوتی ہوتی ہے۔ آتے ہیں دو مہینے کے بعد مستخط کر کے دیتے ہیں۔ کسی کو 6 ہزار میل جاتے ہیں کسی کو 8 ہزار میل جاتے ہیں۔ باقی سارا چلا جاتا ہے۔ تو ہم نے جو گزارش کی ہے اسی لیے کہ یہ اپنے گھروں میں چلیں جائیں گے۔ وہاں ایک تو آپ کیلئے available فورس ہو گی ہر ڈسٹرکٹ میں ہو گی۔ دوسرا یہ ہے کہ ان کے گھر کا چولہا جلے گا۔ گاڑیاں کھڑی ہیں انکی، اتنے بڑے بڑے پلازے بنادیئے ہیں کہ جی وہ خالی خوی پڑی ہوئی ہیں۔ کروڑوں روپے کے وہاں میں اپنے ڈسٹرکٹ کا کہتا ہوں کہ رکنی میں اتنے بڑے انکے پلازے بنے ہوئے ہیں وہ ٹھیکیدار نے اُس کے ساتھ اپنا گھر اُسی سرکاری زمین پر بنایا ہے۔ وہاں کتنے لوگ ہیں کتنے ونگ پڑے ہوئے ہیں۔ آپ چیک کرائیں اور کتنے لوگ ڈیوٹی کر رہے ہیں۔ کم از کم اپنے ملاتے میں ہوں گے۔ کٹوتی تو ہو گی سو فیصد ہو گی لیکن وہ کٹوتی کا ratio کم ہو گا جو 10 ہزار ہے، 12 ہزار کشنا ہے دو ہزار تین ہزار پر آ جائیگا۔ اُس کے ونگ کمانڈر سے لے کر اوپر تک ان کے بھی چولہے جلیں گے اور اسکے گھر کا چولہا بھی جلے گا تو مہربانی کر کے اس پر رونگ دے دیں۔ کیونکہ قانون میں توبی سی ہے ہم بھی سمجھتے ہیں جاہل تھوڑے ہیں کہ۔ بلوچستان کا نشیلری ہے صوبائی level پر بنائی گئی ہے۔ لیکن اُسکی پوزیشن یہ ہے۔ اور مجھے بتائیں کہ آج تک بی سی کا کون سا کمال ہے۔ پڑی ہوئی ہے مطلب ہے جی کہ جہاں law and order کی situation ہو گی تو بی سی پہنچ گی خاک پہنچتی ہے وہیں۔ جب انکے ہاتھ سے نکنا شروع ہو جاتی ہے تو ایف سی پہنچ جاتی ہے۔ جہاں پر ریبجز ہے وہاں وہ پہنچ جاتی ہے۔ تو جیسے لوکل پولیس ہے کم از کم اپنی علاقوں میں پڑی ہے ان کے بچوں کا تو گزارا ہے۔ بیروزگار الاؤنس ہی سمجھیں ان کو۔ اور پھر لوکل ہے وہاں پر وہ تھوڑی بہت شرم کرے گا۔ حیاء کریا کہ کوئی وہاں crime ہوتا ہے وہ جا کے کم از کم اطلاع تو کریا گا intelligence تو دیگا۔ باقی جو کچھ نہیں کرے گا۔ thank you

جناب چیئرمین: جی کریم صاحب!

جناب عبدالکریم نوشیر وانی: جناب اسپیکر! بلوچستان میں کوئی ایسا روں نہیں ہے کہ بی سی اس بیڈ کوارٹر میں رہے۔ آپ ریکارڈ چیک کریں۔ بی دی جو ہوتی ہے بلوچستان میں جہاں بھی اُسکی ضرورت ہوگی any time move کریں آپ کے ڈسٹرکٹ کے لیے BC بی سی کبھی بھی نہیں ہوتی ہے۔ یہ ڈسٹرکٹ کے لیے آپ کی پولیس آپ کی یویز نے all that is nothing، جہاں اُسکی ضرورت پڑے گی وہاں یہ چلی جائے گی۔ اسکے لیے یہ کوئی قانون نہیں کہ یہ اپنے ڈسٹرکٹ رہیں۔

this is the against the rules, so and so. thank you sir.

جناب چیئرمین: شکریہ جی. جی زیارت وال صاحب!

جناب عبدالرحیم زیارت وال (وزیر حکومت تعلیم): شکریہ جناب چیئرمین صاحب! کریم نوشیر وانی صاحب نے بات رکھی چونکہ اسے ہے ریکارڈ کی باتیں ہوتی ہیں۔ اخبارت کی باتیں ہوتی ہیں ہمارے صوبے میں چھٹہ صاحب نے جو statement دیا میں نے کہنے میں اُسکو چیخ کیا اور اُسکو کہا کہ یہ پوٹھیں ہمیں بتائیں۔ تو وہ 22 ہزار سے آگے نہیں گئے۔ اور 22 ہزار میں بھی کوئی 7 ہزار پوٹھیں پیلک سروں کی پیش کو already ہم دے چکے ہیں۔ وہ process میں ہیں۔ باقی جو زیادہ سے زیادہ پوٹھیں ہیں وہ یا تو ابجو کیش میں ہیں یا ہمیتھے میں ہیں اور ان دونوں پر ابھی کام جاری ہے۔ تو نہ 37 ہزار ہیں، نہ 38 ہزار ہیں، نہ، اس طریقے سے اعداد و شمار ہے۔ بہر حال یہ جو بات اُس نے کہی تھی کیبنت میں۔ اُس نے پھر کہا کہ میں نے ایسے ہی آپ لوگوں کو active کرنے کے لیے۔ پھر کہا کہ میں بات صرف اس لیے کی پھر اُس نے کہا کہ جوں تک میں نے بات کی ہے۔ میں نے کہا ایسی بات بے پر کی اڑاتے ہو۔ جوں میں جو سروں سے منظور ہو جاتے ہیں، پوسٹ منظور ہو جاتے ہیں۔ اُس کا جوں کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یہ کوئی ڈیپنٹ فنڈ ہے جو lapse ہو جاتا ہے کہا ”میں آپ لوگوں کو اور سیکرٹریوں کو ڈرانے کے لیے فوراً سے پیش کریں۔ تیزی س کریں۔ فلاں کریں۔ تو یہ ان کا statement تھا۔ یہ اعداد و شمار اس طریقے سے نہیں ہے۔ دوسری بات جہاں تک بی سی کی ہے، فورس کی حوالے سے آج ہم کیبنت میں اُسکی منظور دے چکے ہیں۔ 225 under 275 کو ہم ٹریننگ دے چکے ہیں۔ ایک ہزار لوگوں کو ہم ٹریننگ دیں گے۔ اور وہ پھر صوبے جس علاقے میں جہاں بھی مشکل ہوگی وہاں بھجوانے کے لیے یہ ہماری جو Anti-terrorist چلی فورس ہے پولیس کی appoint کرنے کا طریقے کا تھا۔ بی سی اور اُسکی، وہ واقعتاً غلط تھی۔ میں کوڑ میں بھی دوستوں کی شکایات ہیں کہ یہ جو system چلا آ رہا ہے اُس کو چیخ کیا تھا۔ کہ نہ یہ جانتے ہیں، نہ یہ سمجھتے ہیں اور انگریز کے دور سے جو

سے انگریز پوری responsibility کے ساتھ وہاں امن قائم کرنے کے لئے اُن سے کام لیتی تھی۔ اب جو آپ قائم کر رہے ہیں۔ اور یہ B-area کی فورس ہے۔ آپ شہروں سے لوگ لے رہے ہیں اور جب شہر سے آپ لوگ لے رہے ہیں۔ وہ لوگ باہر نہیں جاسکتے، تمام شہروں میں ہمارے ڈویسائیل بھی موجود ہیں فلاں بھی ہے، اس طریقے سے تھا۔ تو B-area کی فورس کو B-area سے لینا چاہیے۔ اور انکے لیے جو gazetteer آپ اٹھائیں گے، اُسمیں بھی تمام چیزیں طے ہیں۔ ہتھوڑام کی جو تاریخ بلوچستان ہے اُس میں بھی تمام چیزیں طے ہیں۔ اور انگریز کس طریقے سے اُس پر جا رہے تھے system تو ہم نے اُس کی تبدیل کیا ہی نہیں ہے۔ لیکن یہاں سے پھر چڑھے صاحب کے کہنے پر جو کچھ ہوتا رہا جس طریقے سے ہوتا رہا ڈی سی جس طریقے سے کرتے رہے۔ دوستوں کی یہ بات پھر درست ہے کہ B-area میں وہ لوگ جانے سے کتراتے ہیں نہیں جا رہے ہیں۔ ڈیوٹی نہیں دے رہے ہیں اُن علاقوں میں نہیں جا رہے ہیں اور لوکل لوگ جو ہیں، جس علاقے میں آپ اُسکو بھجنانا چاہیں جس علاقے سے اُس کا تعلق ہے جو appoint ہوا ہے لیویز میں وہ وہاں کام دے سکتا ہے دے رہا ہے۔ تو اُس میں بنیادی طور پر اُس نے اُس وقت یہ کہا تھا۔ کورٹ کے سامنے کہ اسکے لیے qualification MA ہونا چاہیے، اسکے لیے BA ہونا چاہیے، میں خود پیش تھا۔ میں نے ان سے کہا ہے ہم BA کی qualification کی مانگتے ہیں، نہ ہم MA کی qualification کی مانگتے ہیں اور یہ غلط ہے۔ تو پھر جج نے پوچھا کہ کیوں غلط ہے؟ تو ہم نے اُسکو کہا کہ MA والے کو دوسری نوکری مل جائے گی۔ جب ہم اُسکو سپاہی پھرتی کریں گے کم از کم 6 مہینے ہم اُس کو تربیت دیتے ہیں۔ اب 6 مہینے کی تربیت اگر اُسکو دوسری نوکری مل جاتی ہے وہ سپاہی کی نوکری چھوڑ جاتا ہے۔ تو یہ جو آپ شرائط لگا رہے ہیں۔ آپ جانتے نہیں ہیں۔ مارو سے آپ کا تعلق نہیں ہے مہربانی کریں ہم اپنے کام پر چھوڑ دیں۔ یہ کام ہمارا ہے ہم جانتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں۔ اور ہم ٹھیک طریقے سے سرانجام دیں گے۔ اور یہ فورس ہمارے لیے میسر فورس ہو گی لیویز کی فورس۔ اور ہمی ہے اب بھی ہے۔ آپ کی B-area میں امان کی صورتحال A-area سے بہتر ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اُن کی مزید ٹریننگ ہو ل۔ اُن کی پولیس کے ذریعے سے بھی ٹریننگ کروار ہے ہیں۔ لیویز کی ٹریننگ تو یہ تمام کام جاری ہے اور اُن امان کے حوالے سے آپ کی B-area، A-area crime کے حوالہ سے بہتر ہے۔ اور دوسری تیسری جو terrorist ہیں اُس کے حوالہ سے بھی۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس طریقے سے یہ چیزیں ہیں۔ اور ہم اس پر جا رہے ہیں اور جو لوگ بھرتی ہوئے ہیں وہ اب BC کی اُس میں نہیں رہے گئی اس کو آہستہ آہستہ مزید ٹریننگ دے کے صوبے کے لیے ایک خاص فورس بنائیں گے۔ اور اُس فورس کے ذریعے سے صوبے کی امن امان قائم کریں گے۔ thank you

جناب چیئرمین: حکومتی موقف سامنے آیا ہے زیارتی صاحب کی طرف سے۔ لیکن concerned جو وزیر ہے، وزیر داخلہ، وہ اپوان موجود نہیں ہے۔ لہذا اس پر مزید بحث وہ next session میں پھر دوبارہ رکھی جائے گی۔

محترمہ یا سینیٹر لہری صاحبہ! آپ اپنے توجہ دلاؤ نوں کے متعلق سوال دریافت کریں۔

محترمہ یا سینیٹر بی بی لہری: thank you چیئرمین صاحب۔ ویسے minister concern موجود نہیں اسکے باوجود میں توجہ دلاؤ نوں پیش کر رہی ہوں۔

کیا وزیر سماجی بہبود از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بلوچستان کے معدوز افراد کا ایک Balochistan Persons with Disabilities Delegated Disabilities ملکہ نے اب تک وضع نہیں کی ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو Delegated Legislation وضع نہ کرنے کی کیا وجہات ہیں تفصیل دی جائے۔

جناب چیئرمین: جناب سردار رضا بڑیجی صاحب! آپ اگر اسکے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

سردار رضا محمد بڑیجی (وزیر حکومت قانون و پارلیمانی امور): thank you مسٹر چیئرمین! میں معافی چاہوں گا مجھے اس حوالہ سے کوئی معلومات نہیں ہیں Delegated Legislation کے بارے میں۔

جناب چیئرمین: جی یا سینیٹر لہری صاحب!

محترمہ یا سینیٹر بی بی لہری: چیئرمین صاحب! پچھلے دنوں یہ بل منظور ہوا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ بل منظور ہو کے بعد جو اسکے laws by-bye implementation strategy اور اسکی پالیسی اور ملتا ہے جس مقصد کے لیے ہم نے قانون بنایا ہوا ہے۔ تب جا کے وہ قانون نافذ اعلیٰ ہو جاتا ہے۔ اور لوگوں کو relief کرتا ہے جس مقصد کے لیے ہم نے قانون بنایا ہوا ہے۔ اب یہ ہے جب میں نے یہ سوال دیا ہے میرے پاس تو کوئی اسکا جواب written form میں نہیں ہے۔ لیکن جو minister concern ہے وہ بھی نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے زیارت وال صاحب! آپ respond آپ آپ sorry! اگر آپ آپ respond کر رہے ہیں تو میں اسلئے آپ کو مخاطب کر رہی ہوں۔ جو ہم جتنی بھی legislation کرتے ہیں۔ اگر اسکی جو یہ ساری details ہیں تو میں نہیں۔ تو مجھے پھر اسکا جواز سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم جو legislation کرتے ہیں آیا وہ table کی زینت بنانے کے لیے کرتے ہیں؟ کیونکہ implementation strategy اس وقت تک ہو نہیں سکتی، جب تک کہ آپ اسکی طبقیں کرتے۔ جب تک کہ آپ اس کے by-laws department کاالمیہ یہ ہے آپ یقین کریں کہ پچھلے چھ، آٹھ مہینوں سے میں پیچھے گلی ہوں۔ جو آپ کے پرائیویٹ اسکولوں کا مل ہے۔ دو تین بل میں نے اور بھی دیئے ہوئے ہیں As a Private Member Bill response کے۔ بالکل کوئی

physically جاتی ہوں وہاں visit کرتی ہوں۔ یا تو یہ ہے کہ اکثر اوقات سیکرٹری سیٹ پر نہیں ہوتا یا پھر یہ ہے کہ وہ بل گما ہوا ہوتا ہے ”کہ جی ہمیں نہیں ملا“۔ اب اگر ہمارے departments کے حالات یہ ہیں تو پھر آپ تناہیں کہ ہم جس مقصد کے لیے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن serve کرنے کا ہمارا اجنب ہے، objective ہے اور ہمارا فرض بنتا ہے۔ اُس میں پھر یہ مطلب un-efficient departments ہیں، اسکے ساتھ کس طرح سے ہم بلوچستان کی تقدیر کو بد لیں گے یہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ تو ابھی recent بل منظور ہوا ہے۔ کہنے کو تو یہ اتنا recent نہیں ہے۔ ہمیں اتنا efficient ہونا چاہیے جیسے ہی بل منظور ہوا سکے next week میں یا within 50 days میں وہ ساری چیزیں اُسکی بنی چاہیں۔ لیکن میں پریشان ہوئی ہمارے جو پچھلے Bills جتنے بھی منظور ہوئے ہیں۔ مطلب اُنکے بارے میں بھی لگتا ہے کہ ہمیں question put کرنا پڑیگا۔ کہ آیا جو مطلب اُنکی strategy بنی ہے، by-laws بنی ہیں یا نہیں؟

اس پر آپ اگر روشی ڈالیں۔ thank you kindly

سردار عبدالرحمٰن کھیتر ان: رحیم جان تو ایجوکیشن منٹر ہیں۔ اس کا concerned minister رضا برٹچ صاحب ہیں۔

جناب چیئرمین: وزیر اعلیٰ صاحب ہیں۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتر ان: قانون کس کے پاس ہے؟

جناب چیئرمین: سردار صاحب نے کہا کہ اس کے بارے میں اتنی معلومات نہیں رکھتا ہوں۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتر ان: نہیں، یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ ایک معزز رکن نے ---۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب! ایک دفعہ زیارت وال صاحب کو بتانے دیں۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتر ان: نہیں، زیارت وال صاحب تو ایجوکیشن کا منٹر ہیں۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ ایک معزز رکن نے توجہ دلاؤ نوٹس دیا ہے۔ آپ کے آفس کو چاہیے کہ concerned minister law and regulations کو بھیجے parliamentary affaires میرے خیال میں سردار رضا برٹچ کے پاس ہے۔ قانون سازی Law کرے گا۔ سو شل ویفیر کے ساتھ اُس نے رابطہ کرنا ہے۔ law کے ذریعے law اسے vet ہو کر آئے گا، کیونٹ میں آئے گا۔ Act بناء ہے اس کا۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب! اس میں ایسا ہے۔ باقاعدہ طور پر جو استینڈنگ کمیٹی ہے۔ اس نے اسکو concerned department کو بھیجا ہوا ہے۔ تاکہ اسکے rules اور regulations وہ بنائیں۔ وہ ابھی تک نہیں آئے ہیں۔ جو محترمہ نے بات کر لی ہے۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتر ان: جو قانون سازی آپ کرنا چاہتے ہیں۔ concerned department کرتا ہے۔

اُسکے بعد وہ law department کو جاتی ہے۔ law سے vet ہو کے پھر آپ کی کیبینٹ ہے۔ کیبینٹ سے اسمبلی میں آتی ہے۔ اسمبلی اُس کو قانونی شکل دیتی ہے۔ چاہے اُسکے bylaws ہیں یا رولز ہیں جو بھی ہے۔ اب یا یکٹ بن چکے ہیں۔ یہاں issue ہے معدود افراد کا۔ اس میں ایک issue نہیں بہت ساری چیزیں ہیں۔ اس پر یا سمین نے کافی کام کیا ہے جیسے وہ فرماتی ہیں کہ یہ سارے سرخ فیتے کی نظر ہو رہے ہیں۔ اب لاءِ غنڈر کہتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں ہے۔ سو شد ویفیئر کا منظر available نہیں ہے۔ پھر اللہ خیر سلا۔ پھر تو سماڑھے چار سال گئے۔ ابھی اللہ کرے کہ یہ اسمبلیاں پانچ چھ مہینے نکالیں۔ مجھے تو نظر نہیں آتا۔ لمبی لمبی بلائیں روڑ پر پھر رہی ہیں۔ جو کر رہے وہ آپ کو بھی پتہ ہے اور مجھے بھی۔ آپ اس پر direct کریں۔ رحیم جان تو بالکل study کرتا ہے۔ اسکے کے پاس تو علم ہے۔ وہ اپنے ڈیپارٹمنٹس سے ہٹ کر ہر جگہ غریب چوبیں گھٹتے یا تو آئین کھول کر بیٹھا ہے یا law کھول کر بیٹھا ہے۔ محنت کرتا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن باقی جو فنڈر صاحبان ہیں انکو کم از کم تھوڑی سی تکلیف کرنی چاہیے۔ ایک معزز اسمبلی ایک چیز سامنے لاتی ہے وہ سرخ فیتے کی نظر ہو رہی ہے۔ تو اس پر kindly آپ یہ کریں، انکو direct کریں کہ اگلے سیشن میں اسکے bylaws, rules - law سے vet کرائیں، کیبینٹ سے کراکے ہماری ٹیبل پر ہونی چاہیں۔ تاکہ یہاں issue ہے۔ اس کو ہم پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی ڈاکٹر شمع صاحب۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: یہی بات کرنی ہے کہ سب کچھ بن جاتا ہے۔ جس طرح یہ ڈیپارٹمنٹ سے اسٹینڈنگ کمیٹی کے پاس آئی۔ اور پھر person of disable، عمر سیدہ، Anti-Harrassent ہوگے جو کہ اس شہر میں رہتے ہیں۔ Bill، بچوں کا مل، تیزاب پھینکنے کا مل۔ مطلب یہ تمام بلز اسمبلی میں آپکے ہیں اور ہم ان کو پاس کر چکے ہیں۔ اب اس پر ابھی تک جس طرح انہوں نے بات کی ہے یا سمین کہ یہ کہاں ہیں نظر نہیں آ رہے ہیں؟ آج بھی معدود افراد ایسی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آج بھی معدود افراد وہ ٹھوکریں کھاتے ہوئے ہمیں مل رہے ہیں۔ آج بھی اگر آپ سیکرٹریٹ جائیں نہ کوئی ایلوویر ہے نہ کوئی ریسپ ہے نہ کوئی انکو سہولت ہے۔ تو Legislation میں آج بلوچستان سب سے پچھے ہے۔ ہمیں افسوس اس بات کا ہے۔ ہم یہاں کھڑے ہو کر بل پاس کر لیتے ہیں۔ اور میں یہ سمجھتی ہوں کہ میں نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا۔ وہ وہ ہو گئی لیکن اب تک یہ کام ادھورے ہیں۔ ہمیں ان کو نافذ لعمل کرنا ہے۔ اسکا یکٹ بن کے پورے بلوچستان میں نافذ لعمل ہونا ہے۔ اس پر عملی طور پر جب تک عمل نہیں ہوگا۔ عمر سیدہ لوگوں کو انکا حق نہیں ملے گا۔ person of disable کو انکا حق نہیں ملے گا۔ Anti-Harrasment Bill پاس ہو گیا ہے۔ لوگ بڑے خوش ہوئے خواتین بڑی خوش ہوئیں کہ بھئی! ابھی کوئی harass نہیں ہو گی۔ لیکن ہر چوک پر ایک عورت آج بھی harass ہو رہی ہے۔

توجہ یہ چیزیں ابھی تک ہیں۔ کب ختم ہوگی۔ کیا فرشتے تو آسمان سے نہیں آئیں گے جناب اپنیکر! اسکو کرنے کیلئے۔ ہم اور آپ ہیں یہاں قانون ہے قانون سازی کرنے کیلئے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ اگر آج اس بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ ایک رولنگ دے دیں۔ کم از کم زیارت وال صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ بلوچستان سب سے پچھے جا رہا ہے قانون سازی کے حوالے سے۔ تو ہمیں ابھی کچھ کرنا ہے۔ اب اگر ہم کچھ نہیں کریں گے تو شاید وہ وقت نہیں آئے گا۔ پھر بلوچستان کی عوام ایسے ہی لاچار اور بے مدگار بیٹھے رہیں گے۔ شکر یہ

جناب چیئرمین: جی زمرک صاحب۔

انجینئر زمرک خان اچندری: شکر یہ! ویسے ہمارے حکومتی ارکان نے خود بھی کہا کہ ہماری اسمبلی نے قانون سازی کم کی ہے۔ اور پھر عملدرآمد بھی نہیں ہو رہا ہے۔ اور اس کو کم از کم، میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس طرح کا جو توجہ دلا دنوں ہے یا جو بھی قرارداد آتی ہے۔ پہلے ان کو ہم، حکومتی ارکان کو آپس میں discuss کرنا چاہیے ہے ہمارے حکومتی ارکان ہیں ان کو چاہیے کہ خود اپنے منستر کے پاس جاتے۔ ذرا پھر تفصیل یہاں دیتے کہ جی میں گیا اور انہوں نے کوئی response نہیں دیا۔ یا law کے پاس یا اپنے پارلیمنٹی لیڈر کے پاس۔ یہ تو حکومتی ارکان ہیں انکا اپنا مسئلہ ہے۔ آپس میں جا کر وہاں حل کر لیتے تو اچھا تھا ہماری اسمبلی میں قانون سازی کے بارے میں بتادیتے کہ یہ قانون سازی ہوئی ہے۔ حالانکہ یہ تو کچھ ایسے issues ہوتے ہیں بلوچستان میں جو بہت اہم ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے یہ معذور افراد کا آپ کوٹہ دیکھ لیں کہ جو قانون سازی ہوئی ہے۔ پہلے سے معذور افرادوں کیلئے۔ اُس پر بھی عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ پوری اس گورنمنٹ میں نہیں پہلے سے پہلے والی حکومتوں میں بھی نہیں ہوئی ہے۔ یہ تو ایسے لوگ ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ کے محتاج ہیں پھر اسکے بعد ہمارے ہی محتاج ہیں۔ کوئی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا ہے، کوئی لنگڑا ہے اُنکے لئے جو کوٹہ مختص ہوا ہے۔ حقیقت میں ہم اُنکو دوسرے لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ آپ نے کبھی دیکھا ہو گا ہر ڈیپارٹمنٹ میں انکا ایک کوٹہ ہے وہ مقرر ہے۔ دو فیصد، تین فیصد ایک فیصد، اس طرح انکا کوٹہ ہوتا ہے۔ ان کو services بھی دینی پڑتی ہیں۔ لیکن ہم لوگ نہیں دیتے ہیں ہم ان سے پوچھتے بھی نہیں ہیں۔ ان کے جو سٹریزر ہیں ان پر ہم توجہ بھی نہیں دیتے۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ کم از کم زیارت وال صاحب انکی تفصیل تو بتادیں گے۔ وہ تو ایک اچھی بات ہے۔ ان کو آپس میں کہ کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ مطلب اب تک ہمیں بھی یہ موقع۔ یہ تو ہم اپوزیشن کو اٹھانا چاہیے کہ جی آپ لوگوں نے قانون سازی ابھی تک ٹیبل کیوں کی ہوئی ہے؟ ابھی تک کیوں یہاں نہیں پہنچی ہے اور اس پر کیوں عملدرآمد نہیں ہو رہا ہے؟ اور ان بیچاروں کو کون پوچھے گا۔ اگر ہم نہیں پوچھیں گے تو اور کون ہے اس صوبے میں یا اس ملک میں جوان کو پوچھیں گے۔ ان کو روزگار دینا چاہیے، ان کو ملازمتیں دینی چاہیے، ان کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہم کو جانا چاہئے، میں خود دو تین دفعہ ان معذوروں کے سٹریزر پر گیا ہوں۔ کیونکہ ان کو ہم نے حوصلہ دینا ہے۔ اور کوئی ہے

نہیں ان کو حوصلہ دینے والا تو اس حوالے سے میں کہتا ہوں، کہ کم از کم ان کو جلد سے جلد اسمبلی کو چاہئے یہ جو ٹریڈری پیغام ہیں کہ جتنی قانون سازی ہوئی ہے اس پر عملدر آمد کر کے جس ڈیپارٹمنٹ میں ہیں۔ ان پر قانون کے مطابق عملدر آمد کرنا چاہیے، صوبے کے ہر ڈیپارٹمنٹ کو۔

جناب چیئرمین: جناب زیارت وال صاحب۔

وزیر مکملہ تعلیم: شکریہ چیئرمین! محترمہ جو سوال رکھ چکی ہیں، میں ان کا مشکور ہوں، اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کو پتہ ہے جو بھی قانون بن جاتا ہے، ایکٹ بن گیا ہے۔ ایکٹ کے بعد پھر اسکے روزا اور sub-laws بنتے ہیں۔ اور چونکہ یہ جو مسئلہ ہے، سماجی بہبود والا، اسمبلی، بہت سی چیزیں شامل ہیں۔ اور WHO بھی اسمبلی ہمارے ساتھ کام کر رہا ہے۔ اور اسکے ہوتے ہوئے نومبر میں اسکے تمام rules-frame ہو کے، ہمارا کام نہیں ہے، اسمبلی کا کام نہیں ہے۔ as such یہ سیکرٹریٹ کا کام ہے۔ چیف سیکرٹری روڈ کمیٹی کے وہ سربراہ ہوا کرتے ہیں۔ اور وہ law اس سے بن کے تیار ہو کے اُنکے پاس آتا ہے۔ وہیں سے پاس ہو جاتا ہے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دیر ہم نے نہیں کی ہے۔ لیکن جو قوانین بنے ہیں۔ یادوست جس طریقے سے کہہ رہے ہیں کہ ہم قانون سازی میں سب سے پیچھے ہیں۔ جو top 99 بل پیش کر چکے ہیں، پاس کر چکے ہیں۔ اور جو ہم سے آگے ہیں دو تین بل خیبر پختونخوا اور تین چار بل سندھ ہم سے آگے ہے۔ تو اسیں بھی ہم اتنے پیچھے نہیں ہیں۔ کیونکہ اجلاس نہیں ہوا تھا۔ آج بھی ہم چار پانچ کروچکے ہیں۔ مزید بھی کروانے جارہے ہیں۔ تو وہ جو اسمبلی کا کام ہے، وہ کام تقریباً ہم کر چکے ہیں۔ اب روڈ کا بنایا ہنا کام ہے۔ اور رکاوٹ بھی نہیں ہے اس معنی میں۔ لیکن آپ بھرتی کریں گے کسی بھی کلاس-IV کے آدمی کو، اُسکی qualification اُسکی عمر، وہ چیزیں کسی ہوں گی۔ آپ گریڈ۔ 7 کے آدمی کو ملازم رکھنے کیلئے کیا طریقہ کار اختیار کریں گے؟ پھر اسکے علاوہ جو محدود افراد ہیں۔ محدود افراد کے لئے ایکٹ میں کیا پروپریٹیشن ہے۔ اُسکی کیا چیزیں ہم نے گورنمنٹ کے طور پر کرنے ہیں۔ وہ چونکہ ایکٹ پاس ہو گیا ہے۔ اسکے روڈ بن جائیں گے نومبر تک۔ جب بھی اجلاس ہوگا اس سے پہلے پہلے آپ کے سامنے آ جائیگا۔ تو وہ بننے رہیں گے۔ اس میں تھوڑا سا نامم لگتا ہے۔ البتہ اگر ستی بھی ہوئی ہے تو ہم انکو یادہ بانی کروالیں گے۔ چیف سیکرٹری کو کہ جتنے روڈاتوا میں ہیں۔ ایکٹ بننے ہیں روڈ نہیں بننے ہیں تو وہ روڈ سارے آپ لوگ فوری طور پر بنانے کے دے دیں۔ تاکہ اس قسم کا جو قانون بن جاتا ہے۔ اور روڈ کی وجہ سے اس پر عملدر آمد نہیں ہوتا۔ تو یہ التوازن مزید نہیں ہو گی۔ میں ہاؤس کو، دوستوں کو، محترمہ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ نومبر میں یہ چیز آپ کے سامنے آ جائیگی۔ باقی جو بلوں کی وہ بات کر رہے ہیں۔ مجھے نہیں پتہ کن کے پاس لیکر گئے ہیں۔ اگر وہ لے آتے ہیں تو ہم اُسکو process میں اُن کو دے دیں گے۔ اور وہ process کریں گے انشاء اللہ ایسی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ جو بھی بل ہے پرائیویٹ بل وہ ہم process

کریں گے۔ thank you

جناب چیئرمین: حکومتی وضاحت کے مطابق محترمہ یا سمیں لہری صاحبہ کے توجہ دلاؤ نوٹس کے بارے میں متعلقہ مکملے کو یہ
ہدایت جاری کی جاتی ہے کہ وہ اگلے جلاس میں اپنے تمام روزہ، ریگولیشن تحریری طور پر اسمبلی میں جمع کرائیں۔

جناب عبدالجید خان اچھزی: آپ اپنے توجہ دلاؤ نوٹس سے متعلق سوال دریافت فرمائیں۔

جناب عبدالجید خان اچھزی: کیا وزیر ملازمتہائے امور عمومی نظم و ضبط از راہ کرم فرمائیں گے کہ کیا یہ درست ہے کہ صوبہ
بلوچستان کے جعلی ڈو میسائل پر مرکز اور دیگر صوبوں کے باشندے بلوچستان کے کوئہ پر ملازمتیں حاصل کر رہے ہیں جو کہ اس
صوبے کے soil of son بھی نہیں ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو حکومت ایسی جعلی ڈو میسائل کی تشاندھی اور روک تھام
کیلئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟ اگر نہیں تو اس معاملے کی چھان بین میں کوئی روکاٹیں حائل ہیں اور تفصیل دی جائے؟

جناب چیئرمین: جی آپ پہلے وضاحت کر لجئے۔

جناب عبدالجید خان اچھزی: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! یہیں کوئی شک نہیں ہے کہ جب سے ہماری اس گورنمنٹ
میں، اس صوبے میں ہماری یہ coalition government وجود میں آئی ہے، ہم نے بہت بڑے بڑے دعوے کیے
ہیں۔ ملازمتیں دینا، جعلی لوگوں کو نوکریوں سے نکلانا، جعلی ڈو میسائل کینسل کروانا اور اپنے لوگوں کو روزگار دینا، اپنے وسائل
حاصل کرنا۔ اور اپنے آپ کو اپنے صوبے کو وہ کچھ دینا ہے جو کچھ حکومتوں نے نہیں دی تھی۔ اب اس اسمبلی میں آپ دیکھیں
چیئرمین صاحب! اس اسمبلی میں ہم نے ڈو میسائل پر کتنے debates کیے ہیں۔ جناب چیئرمین صاحب! ہمارے صوبے
میں آپ اندازہ لگائیں کلاس فور کے ملازموں کیلئے اگر آپ بیس ملازمتیں دینے تو چار ہزار درخواستیں ہوں گی۔ اسیں ایم اے
اور بی اے شامل ہوں گے۔ یہاں، پچھان، بلوچ، پنجابی، ہزارہ برادری کے لوگ بھی اسیں شامل ہوں گے۔ قلعہ عبداللہ ڈسٹرکٹ
میں 126 نوکریوں کیلئے تقریباً 9 ہزار درخواستیں جمع ہوئی ہیں۔ یروزگاری اپنے عروج پر ہے۔ آپ خود یہ اندازہ لگائیں کہ
ایک گھر میں ایک بیٹی کو ایک بیٹی کو جب آپ میرک، بی اے، ایم اے پڑھائیں گے اور اس کو گرجو یہ کرائیں گے پھر وہ
آپ کیلئے اور اپنے گھر کے لئے کتنا بڑا بوجھ بنے گا؟ تو جناب اپنے کمر صاحب! اس میں جو ہم کہہ رہے ہیں کہ ہم لوگوں نے بہت
کچھ کیا۔ شاید آپ نے کیا ہوگا۔ مجھے شاید کم معلوم ہو گا یا شاید کچھ معلوم ہو گا۔ اب ایک figure فیڈرل گورنمنٹ سے آئی
ہے۔ مطلب ایک صوبے کیسا تھا تو مذاق ہو رہا ہے۔ جو ستر سال سے اس صوبے پر ڈاکٹر الاجار ہا ہے۔ جس کے حقوق لوٹے
جار ہے ہیں۔ مگر انکے بچوں کیسا تھا کیا زیادتیاں ہو رہی ہیں۔ مطلب اندازہ اس بات سے آپ لگائیں کہ ایک لست ہے،
فیڈرل گورنمنٹ میں ملازمتوں کے حوالے سے۔ Havig fake domiciles in Balochistan Province. Number of Federal Government Employees of Balochistan

2011 and 2012 یا شاید اسکو بھی بڑھا کر کے 2017، Eighteen کردیں۔ جو سٹ میرے سامنے پڑی ہے، آئیں 18181 لوگ ہیں۔ اٹھارہ ہزار ڈو میل ہمارے صوبے کے فیڈرل گورنمنٹ میں ملازمتیں کر رہے ہیں۔ مگر فیڈرل گورنمنٹ میں پلاننگ کمیشن میں پانچ سال سے ہماری نمائندگی ہی نہیں ہے۔ یہ ڈاکٹر مالک صاحب نے خود یہاں کہا تھا۔ کہ جتنی کارپوریشنز ہیں وہیں ہماری نمائندگی نہیں ہے۔ ابھی تو یہ پتہ چل رہا ہے جو نمائندگی ہماری فیڈرل گورنمنٹ میں ہے وہ ڈو میل والے کر رہے ہیں جو وہاں کے رہنے والے ہیں۔ مطلب ایک بندہ اے ڈی سی ٹو گورنر، پہلا لوکل مالا لکھنڈ کا۔ دوسرا لوکل مستونگ کا۔ اور ابھی بھی وہ اس پوسٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مطلب ہمارے صوبے میں جعلی ڈو میل بنانا کوئی مشکل کام ہی نہیں ہے۔ اب یہ اٹھارہ ہزار کی تعداد آپ دیکھ لیں جو ہمارے صوبے کیسا تھا جو سب سے بڑا مذاق ہو رہا ہے۔ ابھی اسکی تعداد دیکھیں 22-B، 21-B، 20-B بارہ، 19-B تیس، 18-B ایک سو نو، 17-B دو سو سینتیں، چھوٹیں، 16-B چھ سو پیکن، 15-B دو سو پندرہ، 14-B نو سو تیانوے، 7-B on-wards تیرہ سو اڑتا لیں۔ پھر 5-B چھ ہزار چوراسی۔ be اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ لست یہ اٹھارہ ہزار some-thing کی لست آئیں کمی بیشی ہو گی۔ مگر آپ یہ اندازہ لگائیں کہ اس صوبے کے ساتھ اس سے بڑا مذاق کیا ہو سکتا ہے؟ کہ جو ہمارے صوبے کے ڈو میل پر فیڈرل گورنمنٹ میں یا باقی جگہوں میں سرو سز کر رہے ہیں، انہوں نے کوئی شہر نہیں دیکھا ہے۔ اب تو یہ معاملہ جب سے وہ یونٹ ٹوٹا ہے ہمارا صوبہ وجود میں آیا ہے، یہ معاملہ وہاں سے چل رہا ہے۔ اب تو دادا نے بنایا ہے اس کا پوتا بھی اسی ڈو میل پر چل رہا ہے۔ تو جناب چیئرمین صاحب! ہمارے صوبے میں اور کیا مذاق ہونا ہے۔ joke of the year it is called the joke of the year آئی جی پولیس کو پیک سروس کمیشن میں ممبر شپ دی گئی ہے۔

Domicile from Punjab. کیا اتنے بڑے صوبے میں کوئی ریٹائرڈ پشن، بلوق یا یہاں رہنے والا پنجابی، ہزارہ کوئی نہیں تھا؟ کیا مطلب personally ہم کسی کے خلاف نہیں جانا چاہتے ہیں۔ کیا اس کے tenure میں بہت کچھ نہیں ہوا؟ مطلب کیا اسکے خلاف paras نہیں تھے؟ اب یہ آپ اندازہ لگائیں آپ صوبے کو کیا message دے رہے ہیں کہ اسکی سرو سز ہمارے صوبے میں اتنی اعلیٰ ترین سرو سز تھیں کہ اسکے بدلتے میں اس کو ہم نے ممبر پیک سروس کمیشن بنایا اور آگے جا کر کے اس کو چیئرمین بنائیں گے تو مطلب اس کی معنی یہ ہے کہ ہمارے صوبے میں سب کو ایک بات پر اتفاق ہے کہ یہاں کسی بندے کی کوئی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ یہ بے صلاحیت صوبہ ہے۔ یہاں رہنے والے بے صلاحیت لوگ ہیں۔ ابھی پیک سروس کمیشن جیسا ادارہ اور اب یہ کسی اور آفیسر کو آپ لیں کے، جس ادارے میں ایک آفیسر بیٹھا ہوا ہے جو ڈو میل سرٹیفیکیٹ issue کر سکتا ہے۔ کیا چار مہینے پہلے ایف آئی اے نے کمشنر آفس سے چار بندوں کو arrest کیا تھا؟ جنہوں نے اعتراف بھی کیا کہ انہوں نے ہزاروں لوکل اور ڈو میل سرٹیفیکیٹ issue بھی کئے تھے۔ مگر یہ کیس

ختم ہوا۔ تو چیزِ مین صاحب! ابھی ایک لیٹر کسی نے دیا میں نے پڑھا نہیں ہے اسکے چھ یا سات صفحے ہیں۔ چیف سیکریٹری کو لکھا ہے ہمارے صوبے کے کہ فیڈرل گورنمنٹ میں اتنے ملاز میں ہیں یہ ہیں۔ جناب چیزِ مین! ابادت یہ ہے مطلب، مطلب ہم نے کوئی جرم ہی نہیں کیا ہے۔ talented لڑکے، لڑکیاں ہمارے پاس ہیں۔ ریٹائرڈ ایماندار آفیسرز ہمارے پاس ہیں۔ ہمارے پاس کیا چیز نہیں ہے۔ ہمارے پاس رسپورٹر نہیں ہیں؟ مگر بات یہ ہے کہ ہمارے پاس چوکیدار نہیں ہے۔ اپنے ماں کو سنبھالنے کیلئے ہمارے پاس کبھی کوئی چوکیدار بنا ہی نہیں ہے۔ تو یہ فیڈرل گورنمنٹ سے یہ لست لینے میں آپ کے خیال میں یہ ڈیپیٹ اس اسمبلی میں چار یا چھ دفعہ ہوئی ہے۔ آخر ایک بندہ فیڈرل گورنمنٹ میں گریڈ 17-18-19-20 میں اور چھ ہزار کتنے فلاں میں ہیں، کیا ہمارے صوبے میں یہ نہیں ہے میں آپ کو بتاتا ہوں مطلب خاکروب کی نوکری کیلئے ایم اے پاس لڑکے حاضر ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ کام ہم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ان کو یہ بھی نہیں مل رہا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں اپنے پوری ہاؤس سے اپنے سارے دوستوں سے کہ مطلب جو کچھ ہے، مطلب کم سے کم جو ہماری نمائندگی کر رہے ہیں مرکز میں، اگر اس کا تعلق ہمارے صوبے سے نہیں ہو گا وہ ہمارے کیا نمائندگی کریگا؟ ڈاکٹر بنے، پی ائچ ڈیز کیے، ریٹائرڈ ہوئے ہیں انہوں نے کوئی شہر نہیں دیکھا ہے۔ سیکریٹریز لگے ہوئے ہیں مطلب 16 میں لگے ہوئے ہیں 21-18-20-17 میں گئے، ریٹائرڈ ہوئے ہوئی بیٹا بھرتی ہوا۔ مگر انہوں نے کوئی شہر نہیں دیکھا تو ان کی ہمارے ساتھ دلچسپی کیا ہوگی؟۔ مطلب دلچسپی تو son of soil کی ہوتی ہے۔ یہ چار بندوں کو جو arrest کیا گیا۔ انہوں نے تو ایف آئی اے کو بہت کچھ کہا۔ مگر وہ بڑے بڑے لوگ جو فیڈرل گورنمنٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں، انکے پاس یہ ڈو میسائل ٹھیکنگیت موجود ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس فالل کو آپ رکھ لیں۔ مطلب ہم کسی صوبے میں سوچ ہی نہیں سکتے ہیں کہ ہمارے صوبے کا کوئی بندہ جا کر کے ایک ڈو میسائل بنادیں۔ مگر ہمارے doors-open ہیں سب کیلئے۔ میں نے اُس دن کہا تھا اسمبلی میں فرست ایئر میں ہم گئے تھے سندھ کے ٹورپر۔ ٹنڈو جام یونیورسٹی پر ایک بیز رگا ہوا تھا اُس پر لکھا ہوا تھا کہ سندھ بین الاقوامی یتیم خانہ ہے۔ یہ بین الاقوامی یتیم خانہ ہے۔ یہاں پوچھنے والا کوئی نہیں ہے اس صوبے کے حقوق کا۔ اس صوبے کی ملازمتوں کا۔ ڈو میسائل ٹھیکنگیت جو اسمبلی سے ڈیپیٹ جا رہے تھے اس کے بعد بھی ہزاروں ڈو میسائل ٹھیکنگیت جاری ہو چکے ہیں۔ کوئی روک تھام نہیں ہے کوئی مکیززم نہیں ہے۔ میں یہ رکیو پیٹ کرتا ہوں سارے دوستوں سے۔ یہ میری request humble ہے کہ اس کو ہم کیسے روک سکتے ہیں؟ مطلب فیڈرل گورنمنٹ میں ہماری نمائندگی نہیں ہے۔ مطلب فارن آفس میں، پوری دنیا میں ہماری صوبے کی نمائندگی نہیں ہے۔ پلانگ کمیشن میں نہیں ہے۔ فلاں ادارے میں نہیں ہے۔ کار پوریشنز میں نہیں ہے۔ مگر ہماری نمائندگی ہزاروں میں ہیں فیڈرل گورنمنٹ میں۔ تو یہ مطلب یہاں سے یہ پیغام اچھا نہیں جا رہا ہے۔ کم سے کم اس کیلئے ایک مکیززم بنادیں۔ یہ وہ لیاقت علی خان والا کمیشن نہ بنائیں۔ جو ابھی تک تحقیقات کر رہے ہیں۔ ایک کمیشن بنائیں کہ immediately اس پر کوئی کام کر لیں۔

جو figures میں نے بیان کیے ہو سکتا ہے یہ غلط ہوں۔ اگر غلط بھی ہونگے تو یہ figures گیارہ ہزار سے کراس کرینے گے تو گیارہ ہزار تو ہیں۔ کیا ہمارے پاس گیارہ ہزار 14-16-17-18-19-20 گریڈ کے نہیں ہیں ہمارے پاس جو ہم پڑھ سکیں؟ پورے صوبے کے عوام کی نظریں اس اسمبلی پر لگی ہوئی ہیں۔ ہم ہی اتنے نمائندے ہیں ہم ہی انکی بات کرنے والے ہیں۔ اور ہم خاموش بیٹھے ہوئے ہیں پھر ساتھ میں رہتے ہیں۔ یہ جو ساڑھے چار سال گزرے ہیں۔ چار، پانچ میں یہی اور جائیں گے۔ آخر ہم نے تو کوئی کام کرنا ہے یہ ملکی نرم کیسے بنے گا چیف سیکرٹری belongs to فیڈرل گورنمنٹ۔ وہ اُسکا نمائندہ ہے۔ ہم وہ ڈی ایم جی گروپ کا مسئلہ حل نہیں کرو سکتے ہیں۔ ہم دوسرا کوئی مسئلہ حل نہیں کر سکتے ہیں۔ hard ہی ہے double تنوادے دیں، کیبینٹ میں رکھیں۔ اور وہ انکو ان جگہوں پر پوسٹنگ دے دیں جہاں کر پشناخت زیادہ ہے۔

جناب چیئرمین: مجید صاحب! wind-up کریں۔

جناب عبدالجید خان اچکزئی: تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ kidnly آئمیں دیکھ لیں اور ساتھی بھی اس پر debate کر لیں۔ مطلب یہ چھوٹی سی figure نہیں ہے بہت بڑی ہے۔ شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

انجینئر زمرک خان اچکزئی: جناب اسپیکر۔

جناب چیئرمین: جی زمرک صاحب۔

انجینئر زمرک خان اچکزئی: جناب ایہ جو issue ہے عبدالجید خان صاحب نے اٹھایا ہے یہ بہت سی دفعہ ہم اسمبلی میں اس پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے خود ایک تحریک الٹا، پھر قراردادیں بھی پیش ہوئیں مختلف وقت میں۔ مختلف نام پر اس پر ہم لوگوں نے بات بھی کی ہے۔ حقیقت میں میں اسکو سپورٹ کرتا ہوں انہوں نے جو باتیں کیں ہو سکتا ہے اس میں آگے پیچھے ہوں۔ اُس نے خود بھی کہا ڈو میسائل اور لوکل دو قسم کی چیزیں ہمارے صوبے میں چل رہی ہیں۔ یہ ڈو میسائل کن لوگوں کیلئے بنتا ہے یہ ذرا سوچنا چاہیے۔ اگر 1947ء سے یا اس سے پہلے یہاں جو لوگ اگر آباد ہیں، مطلب بلوچستان کے رہنے والے پشتون، بلوچ یا یہاں کوئی اور جو آباد اجادہ سے رہتے ہیں وہ نہیں ہیں، تو یہاں آ کے آباد ہوئے ہیں۔ اور ان کو ہم نے ڈو میسائل دیا اور یہ کب تک چلتا ہیگا۔ مجید خان نے کہا ہم اس کی تھوڑی سی اپنی سوچ کے مطابق، میں ایک تجویز بھی دینا چاہتا ہوں۔ اس پر بیٹھ کے، گورنمنٹ بھی بیٹھ جائے اور اسکی جو اسٹینڈنگ کمیٹی ہے اسکے پاس یہ ایشو بھی ہے اس کو سوچنا چاہیے کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔ جعلی تو چھوڑ دیں یہ اصلی کیوں بنارہے ہیں۔ میں آپکو بتاؤں اصلی اس طرح بتتے ہیں کہ ایک آدمی پنجاب میں بیٹھا ہوا تھا میں اسکی مثال دیتا ہوں تین سال میں اسکا ڈو میسائل بنا ادھر بھی وہ ڈو میسائل ہے مطلب ان کا ڈو میسائل لوکل کہہ دیں۔ وہ پنجاب کا لوکل ہے۔ وہاں بیٹھا ہوا ہے اور آ کے نوکری کیلئے یہاں اس نے ایک ڈو میسائل بنایا جس طریقے سے

بنایا پسیدے کے، اپنی واقفیت کے ذریعے جو بھی طریقہ اس نے بنایا۔ یہ کونسا قانون ہے اس کو ختم ہی ہونا چاہیے میں کہتا ہوں یہ ڈو میسائل بلوچستان میں ختم ہونا چاہیے صرف لوکل ہوں۔ یا پھر لوکل کو ختم کر لیں ڈو میسائل ہی رکھ لیں۔ ایک چیز رکھنی چاہیے۔ اور وہ لوگ جو پہلے سے یہاں آباد ہیں ان کے ڈو میسائل نہ بنائیں میں نے پہلے بھی کہا ان کو لوکل کر دیں۔ ان کو تو دیسے ہی وہ ڈو میسائل میں وہی facilities اُنکے پاس ہیں جو ہمارے لوکل والوں کے پاس ہیں۔ تو انکو ڈو میسائل جو یہاں پہلے سے رہتے ہیں چاہے وہ چالیس سال سے ہیں چاہے وہ پچاس سال سے ہیں، چاہے وہ تین سال سے ہیں۔ ان کے جو ڈو میسائل ہیں ان کو لوکل کر دیں۔ بابا! یہ ہمارے ساتھ رہتے ہیں یہ ہمارے بھائی ہیں۔ چاہے وہ جس قوم سے جس مذہب سے جس سے بھی تعلق رکھتے ہوں۔ وہ آج سے لوکل اور ڈو میسائل کو ختم کر دیں تو نہ جعلی بنے گانہ اصلی اور نہ کوئی بلوچستان کے کوئی پر جائیگا۔ پہلے یہ ہم چار فیصد، تین فیصد، پر بلوچستان جو ہے ہم اپنے اس کیلئے روتے ہیں کہ ہمیں کوئی نوکری نہیں ملتی ہے۔ نہ فیڈرل میں ملتی ہے نہ بلوچستان میں۔ جب ہمارے لوگوں کے پاس کوئی چانس آتا ہے آپ پوچھ لیں اسلام آباد میں جعلی طریقے سے یا اصلی طریقے سے ہو، وہ اٹھا کے لے جاتے ہیں، ظلم ہوتا ہے ہمارے ساتھ ہر چیز میں اس صوبے کی ساتھ ظلم ہوتا ہے وہ اور بات ہے اس کی نمائندگی ہے نہیں نمائندے بہت بیٹھے ہوئے ہیں بات نہیں کر سکتے ہیں تو اور بات ہے۔ ہمارے نمائندے بیٹھے ہیں وہاں مرکز میں لیکن اس پر بات نہیں کرتے ہیں تو ہم کیا کریں۔ وہ اپنے فائدے کو دیکھتے ہیں جدھر فائدہ ہو گا ادھربات کریں گے جدھر فائدہ نہیں ہو ادھربات نہیں کرتے۔ تو اس کیلئے تو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ایک بہت حقیقت میں ظلم ہوتا ہے باہر کے کسی بھی بندے کو جو کسی اور صوبے سے تعلق رکھتا ہو چاہے وہ پختونخوا سے ہو سندھ یا پنجاب سے ہو کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ بلوچستان کے بچوں کے یہاں کے نوجوانوں کا یہاں کے ان تعلیم یافتہ talented لوگوں کا حق لے جائیں جو یہاں رہتے ہیں۔ ٹھیک ہمارے پاس وہ چیزیں نہیں ہیں ہم کمزور ہیں ہمارے پاس اپنی سن نہیں ہے۔ ہمارے پاس وہ ادارے نہیں ہیں جس میں ہم اپنے بچوں کو پڑھائیں۔ لیکن ہمارے پاس جو میرٹ ہے اُس پر ہمیں چھوڑ دیا جائے اور اُسکے تحت ہم اپنا حق حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن بات ہم یہاں بلوچستان اسمبلی سے کر سکتے ہیں۔ وفاق کو چھوڑیں مجید خان۔ ہم یہاں سے بات کر سکتے ہیں کہ ہم یہاں قانون سازی کرتے ہیں یہاں بلوچستان کی قانون سازی کی جو ہے پھسلیشن کی وہ اہمیت رکھتی ہے فیڈرل کو چھوڑ دیں فیڈرل کو ہم نے کیا کرنا ہے۔ فیڈرل کو ایک طرف کرلو ادھر جو قانون سازی ہو گی اُس پر عملدرآمد ہو گی۔ آج کے بعد، میری ایک تجویز ہے اس ہاؤس کیلئے کہ بھئی جو پہلے سے یہاں رہنے والے ہیں ڈو میسائل ان کو لوکل بنادیں اور ڈو میسائل کا یہ سلسلہ ختم ہی کر دیں۔ کوئی نہیں آئیگا یہاں پھر۔ دس سال کے لئے یہاں آتے ہیں گھر لے لیتے ہیں۔ میں آپ کو حقیقت بتاتا ہوں پنجاب، پختونخوا، سندھ سے آکر یہاں جائیداد خریدتے ہیں۔ جب جائیداد خریدتے ہیں اسکی یہاں رجسٹریشن کرواتے ہیں اس کی یہاں انتقال کرواتے ہیں اور پانچ چھوپیا دس سال کے بعد پھر کہتے ہیں کہ جی میرے بچوں

کو ڈو میسائل دے دیں۔ کہاں کا حق ہے یہاں۔ کیوں کرتے ہیں اس طرح؟ قانون کے مطابق وہ اصلی ڈو میسائل پھر لے لیتے ہیں۔ اور اس اصلی ڈو میسائل پر ہمارے بھوں کا حق یہ لوگ مار دیتے ہیں یہ طریقہ نہیں ہونا چاہیے۔ باہر سے کوئی آتا ہے چاہے جائیداد لیتا ہے۔ چاہے جو بھی لیتا ہے گواہ میں ابھی ہمارا یہی مسئلہ ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ گواہ کو اقتیات میں تبدیل کرنے کا جو ہم اسی دعوے پر آج کھڑے ہیں کہ جی اور لوگ آئندگی آباد ہو جائیں گے بُنس کریں گے جو بھی کر سکتے ہیں اس بلوچستان کو آباد کرنا ہے گواہ کو آباد کرنا ہے کوئی کوئی آباد کرنا ہے ہمارے ساتھ۔ لیکن یہاں ان کو لوکل اور ڈو میسائل نہیں ہونا چاہیے۔ جو ابھی لوگ آتے ہیں اسکے لئے میری ایک تجویز یہی ہے کہ جو میں پہلے بتائی اس طریقے سے ہونا چاہیے کہ پہلے سے ہمارے ساتھ جو آباد ہیں انکو لوکل کر دیا جائے۔ اور آج کے بعد جو آتے ہیں آکے یہاں جائیداد خریدے جو بھی خریدنا ہے ان کو ڈو میسائل نہیں دینا چاہیے چاہے ہے اصلی ہو، جعلی والوں کو ایسی سزادی چاہیے کہ وہ کل کو پھر کوئی ایسا بندہ اٹھ کے ایسی چیز نہ بنائے جو ہمارے بلوچستان کے حقوق پر ڈاک ڈالے۔ thank you

جناب چیئرمین: جی سردار صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: شکریہ چیئرمین صاحب! میرا خیال ہے آپ اس کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ کل آپ کی اس چیئرمین کے under میٹنگ ہوئی زمرک خان صاحب اور رحیم زیارتوال صاحب تھے۔ یہ باقی سارے نہیں تھے۔ تو اسکی further میرے خیال میں تمیں تاریخ کو آپ نے رکھی ہے۔ تو یہ اہم issue ہے چیئرمین صاحب! گزارش یہ ہے کہ یہاں جو تعریف کا قابل ہے اُسکی تعریف کرنی چاہیے۔ سرفراز بگٹی نے ایک بہت اچھا کام کیا ہے کہ اخبار میں پچھلے دونوں آپ نے دیکھایا پڑھا ہو گا کہ پورا انکو نوٹس دیا ہے۔ وہ ڈیرہ وال سارے ڈیرہ بگٹی کے لوکل بنے ہوئے ہیں۔ اور میرا خیال ہے نوکریوں پر بیٹھے ہیں سرفراز۔ کوئی میرا خیال ہے سو کے قریب یا سو سے اوپر تھے۔ تو اس نے اپنے ڈپٹی کمشنر سے انکو نوٹس دلا یا ہے اور میرے خیال ہے انکو اڑنا چاہیے۔ وہ پورا پورا خاندان۔ ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، پنچھیں کون کون نانا، نانی، پوری، یہ بہت ظلم کی بات ہے ہم یہ روزگار ہیں۔ ہماری حالات یہ ہیں چیئرمین صاحب! آپ دیکھیں کہ کل پرسوں قائدِ اعظم یونیورسٹی دوبارہ کھلی ہے۔ وہاں جو ہمارے بلوچستان کے طابعِ علم ہیں۔ پیٹھان، بلوج، جو بھی تھے بلوچستانی تھے۔ ان کے ساتھ جو حشر ہوا ہے ان کے ساتھ انکو جو مار پیٹ کی گئی ہے اور تھوک کے حساب سے جو ان کی گرفتاریاں کی گئی ہیں میرے پاس جو videos ہیں۔ کہ ان کے جسموں پر جو زخمیوں کے نشان ہیں۔ جس بیدردی سے انکو مارا گیا ہے تو وہاں تو ہمارا یہ حشر ہے۔ اور جیسے مجید خان نے کہا کہ وہ جہاں سے تشریف لاتے ہیں۔ لپک منانے آتے ہیں تمام مراعات لیتے ہیں۔ اور ایسے ادھروہ تاثر یہ دیتے ہیں کہ وہ جہنم میں آگئے۔ اور بلوچستان کی وہ ایسی perception بنا دیتے ہیں کہ بلوچستان تو آگ ہے۔ آگ کے اندر ہم پنچھیں کس طریقے سے ہم فائز پروفیٹ میں میں رہ کے، پنچھیں کس طریقے سے جان چھڑا کے آئے ہیں۔ 17 اور

18 اور 19 گریڈ کی مراعات لے رہے ہیں۔ بیوی بچے سارے جہازوں میں جھوول رہے ہیں۔ یہاں ہمارے جو مریض ہیں، وہ ہاتھ پر یہی پرشٹ ہوتے ہیں۔ اور وہ first class اور پتہ نہیں کون سے کون نے زرغون ہاؤس بنادیئے گئے ہیں پہلے سرکٹ ہاؤس ہوتا تھا وہ تمام کمرے باپ دادا سے ان کی جا گیر ہیں وہ قبضے کئے ہوئے ہیں۔ باقی آپ کو شہر میں کوئی نہیں نظر آیا گا وہاں باہر کا۔ چھاؤنی اُنکے لئے بنی ہے۔ بنگلے اُنکے بنے ہیں کرایہ اُنکے لئے ہے۔ بنکرزاں کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ مرتبے ہیں ہمارے لوگ۔ مبارک شاہ مرتا ہے قاضی مرتا ہے۔ شہید ہوتا ہے۔ انسپکٹر شہید ہوتے ہیں۔ وہ تو جھولا جھوول رہے ہیں مراعات لے کے۔ پھر ہمارے اوپر احسان کرتے ہیں کہ جی ہم نے بلوچستان میں سرو سزدی ہیں۔ جیسے کہ مجید خان نے کہا کہ cream ڈسٹرکٹ۔ جہاں یہ چائے والی چیج سے تسب کھاتے ہیں، کوئی چاول والی چیج سے کھاتا ہے، کوئی بیلچ سے کھاتا ہے۔ کوئی پھر ٹرک کا پتہ کھوں کے منہ میں لا گیتا ہے۔ وہ ایسا ڈسٹرکٹ انگی approach اتنی ہے کہ اُن ڈسٹرکٹ میں پٹے کے ساتھ منہ لگا کے اتنی کرپشن کر کے جاتے ہیں اربوں میں ہوتی ہے۔ اور کوئی اُنکے لئے۔ یہاں چھوٹے چھوٹے لوگ، نیب ہے، اُنکے ساتھ جو ہو رہا ہے فلاں ہے اُنٹی کرپشن ہے۔ وہاں اُنکے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ یہاں issue ہے میں یا اپوزیشن کروں گا سرفراز کو۔ کہ اس نے اسٹارٹ لیا ہے میرے تمام دوستوں سے جو یہاں موجود ہیں۔ چاہے ٹریزری پیپر ہیں یا اپوزیشن میں ہیں۔ یہی جو کارروائی سرفراز نے شروع کی ہے یہی کارروائی ہر آدمی اپنے ڈسٹرکٹ سے شروع کرے۔ رہ جائیگا کوئی، کوئی میں پھر سب ملکر بیغار کریں گے۔ جعلی تو جعلی ہے اُنکو تو ہونا ہی ہونا چاہیے جو یہ دونہ بنائے ہیں۔ جیسے زمرک خان نے کہا۔ لوگوں کو روزگار ملے۔ لوگوں کو آپ جائز عزت دیں۔ جو جس قابل ہے اس کی قابلیت کے مطابق آپ عزت دیں۔ میں اس floor of the house پر گارنٹی دیتا ہوں کوئی پہاڑوں پر نہیں جائے گا۔ دنیا میں سب سے عزیز ترین چیز جان ہے۔ یہ اپنی ماں، باپ سے بھی زیادہ عزیز ہے یہ بیٹوں سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ یہ پورے خاندان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اگر آپ اس کو proper معیار کے مطابق اس کے callibar کے مطابق عزت دینے اس کو مقام دینے۔ کسی کوشون نہیں ہے مرنے کا۔ کسی کوشون نہیں پہاڑوں پر پھر سر کے نیچے رکھ کے سونے کا۔ پڑھے لکھے لوگ ہیں، ایم اے پاس، ڈبل ایم اے پاس، ڈاکٹر زوہ کیوں جائیں گے؟ وہ اس لئے جاتے ہیں کہ اسکے ساتھ یہاں زیادتیاں ہوتی ہیں۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب! please wind-up کریں

سردار عبدالرحمن کھیتمان: جی۔ اُنکے ساتھ زیادتیاں ہوتی ہیں، وہ پھر مجبور ہوتے ہیں بندوق اٹھاتے ہیں اپنے حقوق کے لئے جا کے لڑتے ہیں۔ آپ انکا موازنہ کریں اور تعلیمی لحاظ سے کس چیز سے کم ہیں ہم لوگ؟ لیکن وہ وہاں سے ہیں ہم یہاں سے ہیں۔ تو اللہ اللہ خیر سلا۔ تو گزارش یہ ہے کہ تمیں تاریخ کو میٹنگ ہے آپ کی چیئرمین۔ رحیم جان سے میری گزارش

ہے، زمرک خان سے کہ اسکو ہم نے اسی ایک مہینہ، ڈیٹھ کے اندر اندر کنارے پر لگانا ہے۔ اور سرفراز کی جس طریقے سے اُس نے start لیا ہے اسی طریقے سے in the mean time میری گزارش یہ ہے کہ ایک ہفتہ ہمارے پاس ہے۔ ہر ایک ساتھی، ہر ایک معزز رکن اپنے concerned ڈپی کمشن کو direct کریں کہ یہ چیزیں لٹیں نکال کے ہر ایک آدمی جانتا ہے۔ میں جانتا ہوں بارکھاں میں کون کھیتیں ہے کون ڈیرہ والی ہے کون پنجابی ہے کون پٹھان ہے کون دوسرا ہے۔ اسے انگلیوں پر میں گن سکتا ہوں سب کو پتہ ہے یہ لٹیں منگوا کیں تیس تاریخ کو یہ ہم اس کو کسی کنارے پر لگائیں۔ یہ بہت بڑا اس اسمبلی کا اس سیشن کا اور ان دوستوں کا احسان ہو گا بلوچستان پر، کم از کم یہ ہم deliver کر کے جائیں۔ کہ جائز کو جائز کر کے، ناجائز کو ناجائز کر کے اور ان کے حقوق دیکر جائیں، thank you،

جناب چیئرمین: شکر یہ۔ جی محترمہ یا سمیں صاحبہ۔

محترمہ یا سمیں لہڑی: thank you so much debate ہے اور میں چاہو گی مطلب ہم باقتوں کو duplicate نہیں کریں۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہاں صرف ایک بات کی ہے اپنے بھائی اچکزائی صاحب نے۔ کہ کون ہیڈ کرتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہم سب کو پتہ ہے کہ یہ اس کا موجب کون ہے، کس نے کیا ہے؟ اگر نہیں پتہ تو میں بتادیتی ہوں یہ وہ طبقہ کرتا ہے وہ آفیسر شاہی مطلب اس نے یہ کام کیا ہے جو کہ ایک ٹکٹ میں دو دو مزے لیتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ جو بھی ہمارے پیروکریں دوسرے صوبوں سے آتے ہیں وہ prefer کرتے ہیں کہ وہ بلوچستان میں آ کے اپنی پوستنگ کریں۔ کیونکہ یہاں آکے جب وہ سال دو سال سروں دیتے ہیں تو ان کی پرموشن ہو جاتی ہے۔ یہ ٹکٹ کا مزہ انہوں نے لے لیا دوسرا پھر یہ ہے کہ جہاں جس ڈسٹرکٹ میں بھیثیت ڈی سی ان کی پوستنگ ہوتی ہے وہاں پندرہ سے میں اپنے عزیز رشتہ دار کنزنوں کے ڈو میسائل بنائے ہیں تاکہ بلوچستان کے نام پر ان کو نوکری ملے۔ تو یہ وہ طبقہ مطلب اس کا موجب ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ میں اس سے آگے بات لے جاؤ گی۔ سب سے پہلے ڈو میسائل اور یہ جتنے بھی جعلی ڈو میسائل ہیں ان کی نشاندہی بہت ضروری ہے ظلم ہے زیادتی ہے بلوچستان کے ساتھیں ہونا چاہیے اگر یہ زیادتی بڑھے گی تو اس کا جو خمیازہ سب کو جگتنا پڑیگا۔ جو طبقہ ہے مطلب اس سے entertain ہو رہا ہے۔ ان کو بھی اس کا خمیازہ جگتنا پڑیگا۔ اس سے اگلا سٹیج یہ ہے کہ جنہوں نے یہ کیا ہے، جس کے دور میں یہ ڈو میسائل بنے ہیں۔ انہوں نے بلوچستان کے نام پر مراعات تو لیے ہیں لیکن یہاں بلوچستان کے ساتھ زیادتی کرنے کی کیا ان کو گناہ بھی تو سہنا چاہیے۔ ان کو بھی کٹھرے میں لا کے کٹھر کرنا چاہیے کہ انہوں نے یہ کام ایک اہم عہدوں پر میٹھے ہوئے کیسے کیا؟ اس کو میرے خیال میں serious لینے کی ضرورت ہے۔ thank you

جناب چیئرمین: نواب محمد خان شاہ ہوائی صاحب! آپ اس توجہ دلا و نوٹس پر حکومتی موقف پیش کریں جی۔ چونکہ کافی اس پر بول چکے ہیں، توجہ دلا و نوٹس زیادہ تحریر کر خود ہی بولتا ہے۔ جی عبد الرحمن صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھیریان: سب بولیں گے آپ ان کا point of order لے لیں۔

جناب چیئرمین: جی شمینہ بی بی صاحبہ۔

محترمہ شمینہ خان: دیکھیں مجید خان نے یہ 2011ء اور 2012ء کی ہیں مطلب یہ اتنا پرانا سلسہ ہے مجھے یاد ہے کہ سینٹ میں بھی اس پر کافی discussions ہو چکی ہیں اور یہ مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوا ہے لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ایک سوال ہے کہ ان اسٹوں پر جو جعلی ڈویسائیل والے آئے ہیں کیا جو بلوچستان کے اپنے لوگ تھے انکو روکا گیا تھا؟ وہ appear نہیں ہوئے تھے؟ ہوئے تو وہ بھی ہوئے نا۔ تو ان میں اتنی competency نہیں تھی کہ وہ یہ سیٹ لے جاتے۔ جعلی ڈویسائیل والوں میں اتنی competency تھی کہ وہ یہ سیٹ لے گئے۔ یہاں یہ بھی بات ہوئی ہے کہ یہ بیساکھی کوٹہ کے نام پر جو آئین میں ڈالی گئی تھی 1947ء سے دس سالوں کیلئے، بنگلہ دیش اور بلوچستان جیسے backward صوبوں کیلئے۔ کا نکے عوام تعلیم میں بہت پچھے ہیں۔ فیڈرل میں ان کو دوسرے صوبوں کے equal لا جائائے۔ اور دس سال کے بعد جب انہوں نے یہ مزہ چھک لیا۔ پھر دس سال کے بعد مزید آئیں amendment کی گئی۔ 2013ء میں یہ ختم ہوا۔ اس کو دوبارہ پھر انہوں نے کہا کہ نہیں ہمیں مزید آگے بڑھایا جائے۔ پاکستان کو بننے ہوئے 70 سال ہو گئے۔ اور بلوچستان کے لوگوں میں اب تک اتنی competency نہیں ہے کہ وہ کمیشن کے exams میں دوسرے صوبوں کو face کریں۔ یہاں ہم یہ رونارور ہے ہیں کہ جعلی ڈویسائیل بنے۔ جعلی ڈویسائیل بھی فیڈرل میں بیٹھ کے بنائے گئے ہیں؟ یا یہیں بلوچستان میں بنائے گئے ہیں؟ اپنی کمزوریوں کو بھی دیکھیں۔ آپ کی ابھی 72 لوگ جو de-seat ہو گئے ہیں۔ اسی کمیشن کے exams میں وہ آئے تھے۔ اُنکے لئے آپ نے کیا کیا؟ وہ 2002ء کی بات ہے۔ اور ابھی 2017ء ہے۔ اُنکے لئے ایس اینڈ جی اے ڈی میں legislation نہیں ہو چکی۔ اُنکے لئے روزانی اندر گیلویشن نہیں بنائی جاسکی۔ وہ کمیشن پاس کر کے آئے تھے۔ competent بندے تھے یہاں کے تو آپ اپنی کمزوریوں کو کیوں نہیں دیکھتے؟ فیڈرل کی یہاں آپ ہر وقت رونارور ہے ہوتے ہیں۔ کہ فیڈرل میں ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ پنجاب کی طرف سے ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ ابھی سندھ میں، ٹھیک ہے سندھ میں تو اندر ہادھند قانون چل رہا تھا۔ وہاں تو اگر ایکشن لیا گیا کہ جو ڈپوٹیشن پر آئے ہیں انکو mother ڈیپارٹمنٹ میں بھیجا جائے۔ بلوچستان میں بھی آپ نے ایکشن لیا۔ بہت اچھا کیا۔ لیکن احمد بخش لہڑی وہ واحد بندہ ہے جو آپ کے اپنے صوبے کے چیف سیکرٹری بننے میں کوئی اسکے علاوہ چیف سیکرٹری بلوچستان سے؟ اُس نے ہمت کی اُس نے ایک پیپر ورک کیا۔ کچھ پاس ایگزیکٹیو اور سیکرٹریٹ کے کمیشن کے ایکراام ہوتے۔ آپ کی ایجوکیشن اور ہیلتھ کے کیا حالات ہیں؟ آپ اپنے ہیلتھ کو تو دیکھیں۔ یہاں منظر کھڑے ہو کے لمبی لمبی باتیں کرتا ہے۔ ہیلتھ اتنا پھیلا ہوا ڈیپارٹمنٹ ہے وہاں آپ کو excellency کی ضرورت ہے۔ اور اُس نے جب create کی کہ آپ کی ایجوکیشن آپ کی

ہیلٹھ آپ کا فناں آپ کی پی اینڈ ڈی کے لئے competency کی ضرورت ہے۔ کمیشن کے exams یہاں announce کیے جائیں۔ لیکن وہاں جب فیصلہ ہوا دو ڈیپارٹمنٹس کیلئے۔ ان دو ڈیپارٹمنٹس کے 2002ء سے لے کر 2016ء تک انکے روزہ نہیں بنائے گئے۔ یہ بھی ایس اینڈ ڈی کے منسٹر ذرا فرمائیں کہ کیوں انکے روزہ نہیں بنائے گئے؟ اور اب انکے لئے کیا فیصلہ کیا گیا ہے؟ اب انکوں طرف یجا میں کے کوہ پندرہ سال کا experience لے کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کے بلوچستان کی وہ خدمت کر رہے ہیں۔

جناب چیریمن: شکریہ جی جناب محمد خان شاہ ہوائی صاحب۔

نواب محمد خان شاہ ہوائی (وزیر حکومت ملازمت ہائے عمومی لفظ و نص): یہ آج کا جو توجہ دلا و نوٹس جناب چیریمن! محترم رکن عبدالجید صاحب نے پیش کیا ہے۔ میں ابھی آ کر دیکھا کہ ٹیبل پر پڑا ہوا ہے۔ اسکا پہلے سے مجھے علم نہیں تھا۔ جوان ہوں نے پوچھا ہے ایس اینڈ ڈی سے، ہم سے۔ تو میرے نوٹس میں کوئی ایسا معاملہ ابھی تک نہیں ہے۔ لیکن اگر پہلے سے وہ کرتے تو ہم باقاعدہ وہ سارا سلسلہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے کرتے۔ میرے نوٹس میں ایسا کوئی نہیں ہے اگر کوئی نشاندہ ہی کرتا ہے یا ایسا کوئی باقاعدہ ہمیں تحریری کوئی ایسا ہوتا ہے، ضرور ہم اس پر، ڈیپارٹمنٹ کا رروائی کریگا جس طرح بھی ہو انشاء اللہ ضرور اس پر کا رروائی ہوگی۔ لیکن a یک ممبر کے ہم بھی ایک طرح کی عوام سے منتخب ہو کر آئے ہیں۔ اسی ساری باقاعدے کو جس طرح سے آپ لوگ سمجھتے ہیں جس طرح سے آپ لوگوں نے محسوس کیا ہے۔ جو لوکل کے حق کو اور پورے سلسلے کو۔ ہم سب اسی چیز کے قائل ہیں، ہم سب یہی چاہتے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ سلسلہ کوئی چار چھ میٹنے سے تو نہیں ہو گا۔ یہ سلسلہ کئی سالوں سے ہوا ہو گا۔ یا ہو رہا ہو گا۔ 10 سال، 20 سال، 30 سال، 40 سال۔ بہت پہلے سے۔ اور ہماری اسمبلی ماشاء اللہ چھ سات اسمبلیاں، یہاں ایکشن ہوئے ہیں وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے ہیں ہمارے محترم تقریباً کچھ نئے ہوں گے، باقی یہی ہمارے ممبران منتخب ہوتے ہوئے آئے ہیں اُسی وقت سے۔ تو اس مسئلے کو لازمی ہے پہلے اٹھایا گیا ہو گا لوکل اور ڈو میسائیں کے مسئلے کو۔ ضرور چھپلی اسمبلیوں میں کسی نہ کسی ممبر نے ضرور اسکو محسوس کیا ہو گا اٹھایا ہو گا۔ اور اس کو جب اٹھایا ہو گا تو لازمی ہے اس کے عملدرآمد کے لیے اس کی تخت گنی کے لیے کوئی نہ کوئی سلسلہ چلا ہو گا۔ معلوم نہیں ہے کہ پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا ہو گا وہ کیوں نہیں چلا یا کسی نے اس مسئلے کو آج تک اٹھایا ہی نہیں ہے؟ جیسے جس دلچسپی سے یا جس طرح سے باقاعدہ طور پر عبدالجید خان صاحب نے اٹھایا سردار صاحب نے سب نے بات کی۔ میرا خیال ہے کہ اگر چھپلی اسمبلیوں میں اسی طرح دلچسپی سے اسی طرح کے ممبر اسکو اٹھاتے تو آج تک یہ مسئلہ حل ہو چکا ہوتا۔ جو لوگ تھے، جعلی تھے، جو بھی تھے، وہ کپڑے جاتے یا سزا ہو جاتے یا ختم ہو جاتے یا اس کو ختم کرنے کے لیے کوئی ضرور ایسا سلسلہ بن جاتا۔ جو اسکے بعد یہ سلسلہ stop ہو جاتا ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی وہ بن جاتا۔ لیکن بہر حال اُنکے سوال کا جہاں تک وہ ہے۔ اسکا میرے علم میں کوئی کیس نہیں ہے اگر کوئی نشاندہ ہی ہو گی تو

ڈیپارٹمنٹ ضرور اس کے لیے کارروائی کریگا۔ اس ایوان کو یقین دہانی کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی سردار صاحب۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتراں: point of order پر ہوں۔

جناب چیئرمین: اسکو ہم ایک دفعہ clear کر لیں۔ پھر میں اس کو تھوڑا سا۔ جی ہاں۔ حکومتی موقف آگیا ہے۔ چونکہ معاملہ پہلے ہی قائم کیا ہے اسیں اینڈ جی اے ڈی کے پاس ہے۔ اور زیر بحث ہے اور اسکی میٹنگ بھی 30 اکتوبر ہو رہی ہے۔ لہذا اس میٹنگ میں اس کو دوبارہ اٹھایا جائیگا۔ اور میں اس کیمیٹی میں رکن خصوصی جناب عبدالجید خان صاحب کو بھی اسمیں شامل کرنا باقاعدہ طور پر توجہ دلا و نوٹس کا جوانہ ہوں نے پیش کیا ہے اس کا رکن بنایا جاتا ہے۔ جی سردار صاحب۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتراں: شکریہ جناب چیئرمین صاحب! میں یہاں ایک اہم issue کی طرف اس ہاؤس کی توجہ دلاوں گا۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب! ایک چونکہ یہ پرس صاحب کا جو توجہ دلا و نوٹس تھا۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتراں: نہیں، سرفراز نکل گیا۔

جناب چیئرمین: وہ تواب موجود نہیں ہے۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتراں: کدھر بیٹھا ہے کرسی خالی ہے۔ باہر گیلریوں میں ہو گا اسکو منگوالیں جناب چیئرمین صاحب۔

جناب چیئرمین: ہاں! وزیر صاحب کو بلا یا جائے، اگر نہیں ہیں تو پھر ہم اسکو next کے لیے رکھ لیتے ہیں۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتراں: ہیلتھ منسٹر بھی شاید اپنے چیئرمین میں ہیں، اسکو بھی kindly bla لیں اس کا issue آیا گا۔

جناب چیئرمین: جی سردار صاحب۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتراں: چیئرمین صاحب! ہیلتھ منسٹر میرا خیال ہے ادھر چیئرمین میں ہیں، گئے نہیں ہیں ادھر اسی premises سے۔

جناب چیئرمین: ہیلتھ منسٹر صاحب کو بھی بلا یا جائے۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتراں: ہاں یا آگئے سرفراز صاحب۔

جناب چیئرمین: جی سردار! آپ بولیں۔

سردار عبدالرحمٰن کھیتراں: یہ issue ہیلتھ سے related ہے۔ چیئرمین صاحب! یہ 2013ء میں جو گورنمنٹ نے main target اسکے ہیلتھ اور ایجوکیشن میں گہرائی میں نہیں جاؤں گا کہ کیا ہوا کیا نہیں ہوا۔ وہ سارا، سب کچھ سامنے ہے۔ یہاں آج میں نشاندہی کروں گا ہیلتھ کی kindly منسٹر صاحب پتے نہیں کدھر ہیں۔ اپنے چیئرمین میں پتے نہیں سن سکتے ہیں۔

رہے ہوں گے پھر وہ کیا جواب دیں گے۔ available ہیں مگر یہاں نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب! چونکہ آج کے دن منسٹر صاحب نہیں ہیں۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں: منسٹر ہیں ادھر premises میں ہیں۔

جناب چیئرمین: تو ہم پہلے پرس صاحب کا لے لیتے ہیں پھر آپ کا۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں: ہاں پہلے پرس کا نہیں لیں۔

جناب چیئرمین: پرس کا پہلے، ہم اس کو کر دیتے ہیں، اُس کے بعد پھر آپ۔ جناب وزیر داخلہ صاحب! توجہ دلا و نوٹس جو ہے پرس احمد علی صاحب کا اُس کے بارے میں بولیں۔

میر سرفراز احمد بگٹی (وزیر داخلہ و قبلی امور و جیل خانہ جات): جناب چیئرمین! بلوچستان کی نسلیتی کے بارے میں آزیبل ممبر نے جو ایک call attention notice دیا ہے۔ میں بتا دینا چاہتا ہوں اور اس hall کو کہ بلوچستان کا نسلیتی جب 1970ء میں بنائی گئی تھی تو اُس وقت یہ ایک striking فورس تھی۔ اور un-likely پولیس کی طرح اے ایریا ز اور بی ایریا ز کے جوڑو یشن ہیں وہ بلوچستان کا نسلیتی کے لیے نہیں ہیں۔ بلوچستان کا نسلیتی کہیں بھی ڈیوٹی کر سکتی ہے۔ چاہے وہ اے ایریا ہو چاہے وہ بی ایریا ہو۔ اور کہیں بھی اُس کو civil power میں کوئی بھی ڈپٹی کمشنر یا کمشنر کوئی بھی اُس کو بلا سکتا ہے اُس striking force کو استعمال کر سکتا ہے۔ لہذا ان کے اپنے ڈسٹرکٹس میں اور انکے روزانہ میں بڑا clear لکھا ہوا ہے کہ ان کے جو units بننے ہیں وہ بغیر کسی ڈویسائیل کے اور بغیر کسی ethic division کے وہ بنائے جاتے ہیں۔ اور اسی توسط سے کیونکہ یہ توجہ دلا و نوٹس آیا ہے۔ میں آپ کو اور اس ہال کو بتانا چاہتا ہوں کہ آج کا بینہ نے بھی بہت اہم فیصلہ کیا ہے کہ بلوچستان کا نسلیتی سے ہم اڑکوں کو جن کی عمر جو 35 سال سے کم ہے ان کو pick کر رہے ہیں اور ان کو ATF کی ٹریننگ دے رہے ہیں اور ایک striking force بنا رہے ہیں ان کو well-equipped جس میں کر رہے ہیں۔

بلکث پروف جیکٹس اور باقی چیزیں ہیں۔ تو یہ انکے لیے کوئی ایسا قدغن یا کوئی ایسی پابندی نہیں ہے کہ وہ جس ڈسٹرکٹ کا رہنے والا ہے اسی ڈسٹرکٹ میں ڈیوٹی کریگا۔ یہ ہمارا prerogative ہے گورنمنٹ اور پولیس ڈیپارٹمنٹ کا بلکہ پولیس سے زیادہ بلوچستان کا نسلیتی کے جو 17 ایسیں یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ جوان کے کمانڈنٹ ہیں، وہ ان کو تعینات کرتے ہیں بلوچستان کے کسی بھی حصے میں۔ تو ایسی کوئی پابندی نہیں ہے کہ وہ کسی ڈسٹرکٹ میں۔ جب کہ جو ڈسٹرکٹ پولیس ہے وہ زیادہ تر اگر اسیں حالات ہوں special circumstances ہوں تو ہم ان کی duties بھی باقی جگہوں پر لگاتے ہیں۔ لیکن خاص طور پر جو بلوچستان کا نسلیتی ہے اُس پر ہمیں کوئی قدغن نہیں ہے کہ ہم ان کو اسی ڈسٹرکٹ میں لگائیں جس ڈسٹرکٹ سے

وہ belong کرتے ہیں۔ شکریہ ہی۔

جناب چیئرمین: سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

جناب رحمت اللہ جنگ (سیکرٹری اسمبلی): مولانا عبدالواسع صاحب نے درخواست دی ہے کہ وہ نجی مصروفیات کی بناءاً جلاس میں شرکت نہیں کر سکتے۔ لہذا آج کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب چیئرمین: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: مولوی معاذ اللہ صاحب نے بذریعہ فون نجی مصروفیات کی بناءاً آج کی نشست سے رخصت کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب چیئرمین: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ حسن بانور خشانی صاحب نے بذریعہ فون ناسازی طبیعت کی بناءاً آج تا اختتم اجلاس رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب چیئرمین: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر مجیب الرحمن محمد حسنی صاحب نے آج کی اجلاس سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب چیئرمین: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سردار عبدالرحمن کھیٹر ان: point of order

جناب چیئرمین: وزیر صحت ابھی تک آئے نہیں ہیں۔ سردار صاحب! یہ قرارداد ہے اسکونٹالیں اس میں پھر دیکھتے ہیں۔ ہی۔

سردار عبدالرحمن کھیٹر ان: جناب چیئرمین! آپ مجھے چھوڑیں زیادہ سے زیادہ میں دو منٹ لے لوں گا۔

جناب چیئرمین: چلیں سردار صاحب! شروع کریں۔

سردار عبدالرحمن کھیٹر ان: ہاں ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب آج شکر الحمد للہ آج تھوڑا تو بولے ہیں آپ صبح سے خاموش تھے۔

جناب چیئرمین۔ جی سردار صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھیٹر ان: ایک اہم issue کی طرف چیئرمین صاحب! میں توجہ دلاؤں گا مختصرًا، کہ ہیاتھ کا بنیادی مسئلہ ہے میں اسکی گہرائی میں نہیں جاؤں گا کہ کیا ہوا کیا نہیں ہوا، وہ الگ ایک issue ہے۔ یہاں میں ایک چیز کو property of the House بنانا چاہتا ہوں۔ میرے پاس documents ہیں یہ میں آپکو بھجوار ہاں ہوں۔

یہ اپنیکر صاحب کو دے دیں۔ ایک ڈاکٹر صاحب ہیں ڈاکٹر شاہ محمود۔ شاہ محمد ہے یا شاہ محمود ہے۔ چیز میں صاحب! اُسکی ڈگری میرے پاس ہے یونیورسٹی آف کابل۔ اب کابل کے spellings جو لکھتے ہوئے ہیں ابھی پتہ نہیں کس نے اسکی وہ کی ہے۔ اس کو گاؤں institution: University of Kabull، Qualification، MD(MBBS)۔

کردیتا تو پھر تو اچھا تھا گاے اور قبیل ہو جاتا۔ یہ میرے پاس ہے۔ یہ جعلی ڈگری ہے۔

جناب عبدالجید خان اچجزی: جناب چیز میں! سردار صاحب یہ کابل والا مسئلہ دیکھیں۔ document mistake ہے، کابل، کابل ہے۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: نہیں کابل کامیں نے کہا یہ غلط لکھا ہوا ہے۔

جناب عبدالجید خان اچجزی: اس میں بڑا Capital، یہ مسئلہ نہیں ہے۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: یہ دیکھ لینا۔

جناب عبدالجید خان اچجزی: آپ اس طرح کر رہے ہیں، غلط ہے۔ (مداخلت)

سردار عبدالرحمن کھیڑان: یہ لکھا ہوا ہے آپ کی ڈگری پر لکھا ہوا ہے میں ڈگری پڑھ کے دکھار ہا ہوں۔

جناب عبدالجید خان اچجزی: اس میں C بھی کابل ہے K بھی کابل ہے۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: میرے بھائی! یہ ڈگری پر لکھا ہوا ہے آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔ میں ڈگری پڑھ کر دکھار ہا ہوں۔

ڈاکٹر حامد خان اچجزی (وزیر مکملہ منصوبہ بندی و ترقیات): یہ spelling کو Proper Noun کا کبھی غلط نہیں ہوتا۔ آپ جس طرح بھی لکھ لیں۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: چلیں ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب! میری تصحیح کر دی میں مشکور ہوں مجھے بولنے دیں آگے

ڈاکٹر صاحب بالکل جی۔ بالکل ٹھیک مان لیا ڈاکٹر صاحب کے نام کی spellings کچھ بھی لکھ لیں۔ پھر اپنے فاضل رکن کو کہیں کہ وہ C اور K کی کیوں بات کر رہا ہے؟ اس کو منع کر دیں۔

وزیر بیڈی اے: نہیں نہیں یہ انگریزی کی بات ہے کھیڑانی نہیں۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: ہاں مجھے بھی پتہ ہے کہ اچکزیوں کی پشتونیں ہے یہ انگلش ہے۔

وزیر مکملہ منصوبہ بندی و ترقیات: نہیں نہیں، یہ انگریزی کی بات ہے کھیڑانی نہیں ہے۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: ہاں ہاں، یہ مجھے بھی پتہ ہے کہ اچکزیوں کی پشتونیں ہے یہ انگلش ہے۔

جناب چیز میں: ڈاکٹر صاحب! please! دو منٹ، اذان ہو رہی ہے، سردار صاحب! ذرا اذان ہو جائے۔ اذان کا

احترام کیا جائے۔ سردار صاحب! ذراً اذان ہو جائے۔ (خاموشی۔ اذان مغرب)

جناب چیئرمین: سردار صاحب! اپنے point پر بات کریں۔ spelling کو چھوڑ دیں۔

سردار عبدالرحمن کھیٹران: مجھے انگریزی پڑھا رہا ہے ہیں۔ میں تو غریب آدمی ہوں۔ میں تو ٹھٹ کے اسکول سے پڑھا رہوں۔ میری انگریزی اتنی نہیں۔ تو چیئرمین صاحب! میں یہ گزارش کر رہا تھا۔ میں نے property of the House بھی اسکو بنایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی ڈگری ہے۔ 5 بچے لکھتے ہوئے ہیں۔ پتہ نہیں کیا کیا۔ اچھا اسکا ایڈریس، حاجی محمد ابراہیم عل در بار ہوٹل، میزان چوک۔ یہ ڈگری میں۔ تو ہمیکہ ہمیتھہ کا مسئلہ ہے۔ میں یہاں نشاندہی کر رہا ہوں۔ ذمہ داری سے نشاندہی کر رہا ہوں کہ۔ اچھا یہ ڈاکٹر صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر پروری۔ مجھے اُردو آتی ہے، جسام بولتے ہیں پورے بلوچستان کے جسام کا انچارج ہے۔ تو یہ ڈگری recognized نہیں ہے۔ یہ کسی ہاتھ سے فٹ پاٹھ پر بیٹھ کر بنائی گئی ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ ایک اور ڈاکٹر صاحب ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام جوہر۔ اسی طریقے سے ڈاکٹر سلطان محمد روہری۔ چیئرمین صاحب! ہمارا تو پہلے سے ہی پسمندہ صوبہ ہے۔ ہماری صحت کی حالت آپکے سامنے ہے۔ کس طریقے سے ہمارے مریضوں کی۔ لاہور میں 2 بچے گلیریوں میں پیدا ہوئے۔ پوری دنیا کے میڈیا کو آگ لگ گئی۔ ٹی وی جل رہے تھے کہ جی پتہ نہیں دُنیا اُنکی۔ اور یہاں جو سیجا ہیں، وہ جعلی ڈگریاں لیکر، ان سے کیا مریضوں کا کیا حشر ہوتا ہوگا؟ لال در بار ہوٹل جسکا ایڈریس ہے۔ گھر کا بھی ایڈریس کوئی نہیں ہے۔ کیا حشر ہو رہا ہوگا۔ میری گزارش یہ ہے منظر ہمیتھہ سے کہ اسکی وضاحت کریں۔ اور یہ sort-out کریں جعلی ڈگریوں والوں کو۔ خُدارا! اس ہمیتھہ ڈیپارٹمنٹ کی جان چھوڑ دیں۔ ہماری نسلوں کا، ایک شخص کا سوال نہیں ہے نسلوں کا ہے۔ ایک گھر میں کوئی مررتا ہے تو اُسکی پوری نسل مررتا ہے۔ جعلی ڈگریاں اس تاریخ کی ڈگریاں ہیں جو میں نے property of the House بنایا ہے۔ میری گزارش ہے منظر ہمیتھہ سے۔ سی ایم صاحب سے اس ہاؤس سے کوئی بھی ہو۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ یہ کابل والا کوئی پشتوں ہے یا کوئی بلوچ ہے یا کوئی پنجابی ہے، سنڌی ہے میں ان چیزوں میں کبھی نہ پڑتا ہوں۔ کوئی بھی ہے اُسکی race کچھ ہے اُسکا نام ہب کوئی ہے۔ خُدارا! ان سے ہماری جان چھڑا گئیں۔ بلوچستان پہلے سے بر باد ہے صحت کے شعبے میں بر باد ہے ضلعوں میں ڈاکٹرنہیں ہیں۔ جانے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے۔ اور جہاں بنیادی مرکز ہیں یا پورے صوبے کے ہیں وہاں جعلی ڈگری ہو لڈر پسندیدہ سیٹوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ میں نے یہ property of the House بنایا ہے۔ اس پر آپ کے good office، ڈائریکٹر ہے ہمیتھہ ڈیپارٹمنٹ ہے۔ منظر ہمیتھہ تو تشریف لے گئے ہیں۔ میں ان سے بھی اُنکے چیئرمین میں گزارش کروں گا کہ اس پر انکو اُرٹی ہونی چاہیے۔ جو بھی جعلی ڈگری ہو لڈر ہیں انکو نکالنا چاہیے مہربانی کر کے۔

thank you very much.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ: میں پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کالج کا ممبر بھی ہوں۔ چیئرمین صاحب! اسمیں جیسے سردار صاحب نے کہا۔ اسکا بھی ایک procedure ہے۔ وہ یہ ہے کہ کچھ مالک کی ڈگریاں یہاں recognize ہیں۔ جیسے UK۔ USA۔ فرانس اور جمنی۔ کچھ مالک کی ڈگریاں یہاں recognize نہیں ہیں۔ جس میں افغانستان ریشیا کیوں اور چاننا۔ جب یہ لوگ ایم بی بی ایس کر کے آ جاتے ہیں۔ پی ایم ڈی سی کے بھی 12 سے 14 پروفیسرز پرمنی ایک کمیٹی ہے۔ وہ ان سے تمام سینکلیس کی جو first semester, second, third and final ٹریم کی تربیت حاصل کی۔ پھر آ کروہ اس کمیٹی کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ تو ہیاں کافی ہمارے لڑکے گئے۔ ان لوگوں نے میڈیکل کی تربیت حاصل کی۔ پھر آ کروہ اس کمیٹی کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں جیسا سردار صاحب نے کہا آپ ڈیپارٹمنٹ کو بھیج دیں۔ لیکن جو prescribed ایک سسٹم ہے وہ پاکستان کی پی ایم ڈی سی اس وقت اسکو recognize نہیں کر سکتے۔ جب تک آپ اس امتحان کو پاس نہیں کریں گے۔ اور بلوچستان میں جب بھی آپ کسی میڈیکل جیشیت میں پیلک سروں کیشن میں appear ہونگے۔ جب تک آپ کو ایک پی ایم ڈی سی کا نمبر ہے وہ الات نہیں ہوگا۔ وہ آپ کو انٹریو میں بیٹھنے نہیں دیں گے۔ تو this is a prescribe وہ ہے۔ سردار صاحب آپ اس ڈگری کو بیشک ڈیپارٹمنٹ میں بھیج دیں تاکہ اسکو وہ دیکھ لیں۔ میں نے جیسے thank you یہ میں نے جیسے explain کیا کہ پاکستان میں بلوچستان میں طریقہ اس طرح ہے۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: جی ڈاکٹر حامد صاحب۔

وزیر محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات: بجائے اتنی تقریر کی۔ یہ ہے کہ یہ ڈگریاں جعلی ہیں انکی انکواری کی جائے۔ this was more than suggestion ان تین میں ایک کو جانتا ہوں۔ جو تمام مرحلوں سے گزر کر جرٹیشن بھی کی ہے۔ اور اسپیشلیٹ بھی ہے۔ جو DTCD کیا ہے ادھری پاکستان سے۔ تو انکی scrutinize ہوئی ہے۔ کم از کم اسمیں دو، ڈھائی سو ڈاکٹرز اور انجینئرز ایسے ہوئے جو سوویت یونین کے مختلف ری پیلک سے آئے ہیں کابل سے آئے ہیں جلال آباد سے آئے ہیں۔ ریشیا سے آئے ہیں۔ یہ scrutinized ہو کر پی ایم ڈی سی کے امتحان دیکر، فلاں کر کے اور وہ requirements پوری کیئے ہیں۔ البتہ اگر کسی نے نہیں کیا ہے اور کسی کو معلوم ہے۔ اُسکی بھی معلومات ہونی چاہئیں۔

جناب چیئرمین: جناب نصراللہ زیرے صاحب۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جس طرح فضل رکن نے تین ڈاکٹروں کا نام لیا میرے خیال میں اس طرح نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اصل میں جو تینوں ڈاکٹر صاحبان نے کوئی 20 سال پہلے یا شاید اس سے بھی پہلے وہاں سے ایم ڈی

کی۔ یہاں پر ایم ڈی سی میں باقاعدہ in-roll ہوئے۔ پلک سروں کمیشن سے انہوں نے امتحانات پاس کیئے۔ اب وہ اپنی ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ تو خاص کر کسی کا نام لینا شاید بہتر نہ ہو۔ اور ویسے جس طرح ڈاکٹر حامد خان اور ڈاکٹر مالک صاحب نے کہا کہ all-over ہونی چاہیے۔ لیکن جن بندوں کا کسی نے اسکے ہاتھ میں تھا کر انہوں نے اسمبلی فلور پر ڈاکٹر صاحب جان کا نام لیا اس طرح نہیں ہونا چاہیے۔ thank you

جناب چیئرمین: سردار عبدالرحمٰن کھیڑان صاحب کی جانب سے پوائنٹ آف آرڈر پر بہت important point اٹھایا ہے ڈاکٹر زکی ڈگری کے بارے میں۔ چونکہ وزیر صحت ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ لہذا وزیر صحت صاحب کو معزز رکن کے اٹھائے گئے نقطہ پر اسمبلی کو تحریری طور پر آگاہ کرنے کیلئے کہا جاتا ہے۔ مورخہ 21 اکتوبر 2017 کی نشست میں موخر شدہ قرارداد نمبر 98۔ جناب عبدالرحیم زیارت وال صاحب آپ اپنی قرارداد نمبر 98 پیش کریں۔

وزیر مکملہ تعلیم: شکریہ چیئرمین! ہرگاہ کہ اٹھار ہویں آئینی ترمیم میں وفاق نے صوبوں کو تیل و گیس کی پیداوار کا حصہ دینے کا طریقہ کارروض کیا ہے۔ تاہم اب تک اس پر کوئی عملدرآمد نہیں کیا گیا ہے۔ جسکی وجہ سے صوبے کے عوام میں پریشانی اور مایوسی پائی جاتی ہے۔ لہذا ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتی ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ آئین کے آرٹیکل 172 کی شق 3 پر اسکی اصل روح کے مطابق عملدرآمد کو یقینی بنائیں تاکہ صوبہ بلوچستان کو گیس اور تیل کی پیداوار کا واجب الادا حصہ مل سکے۔

جناب چیئرمین: قرارداد پیش ہوئی۔ کیا محکم اپنی admissibility کی وضاحت فرمائیں گے؟

وزیر مکملہ تعلیم: شکریہ جناب چیئرمین! بنیادی طور پر جو قرارداد اسوقت ایوان کے سامنے ہے۔ یہ آئین کی آرٹیکل 73 اور اسکی سب جزو 3 کے مطابق ہم یہاں لے آئے ہیں۔ اور 2010ء میں جو آئین میں ترمیم ہوئی تھی، اٹھار ہویں ترمیم۔ اور اسکے بعد صوبوں سے نکلنے والی جو بھی معدنیات ہوگی۔ اور جہاں جہاں سے، جن جن علاقوں سے بشمول سمندر کے جو ہمارے صوبے کی یا جس بھی صوبے کے حصے میں آتا ہے۔ کوئی معدنیات، گیس اور تیل نکلتا ہے۔ تو اس میں صوبے کا 50% حصہ۔ تو بنیادی طور پر 2010ء سے اب تک ہم ہر نئی، زرعوں سے دو سال پہلے کوئی کو گیس دے چکے ہیں۔ لیکن اس کے بارے میں انہوں نے طنہیں کیا ہے اور پھر اسکے علاوہ سوئی سدرن کے حوالے سے جو معاہدہ ختم ہو گیا تھا۔ اور نیا معاہدہ اُنکے ساتھ ہو چکا ہے اُس پر بھی اب تک عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ تو یہ قرارداد ہم اس لیئے لے آئے ہیں۔ اور مرکز میں بہت سی قرادادیں ہماری ایسی ہیں جن پر عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ قائد ایوان بیٹھے ہیں تو اُس کیلئے بھی کمیٹی بنی تھی۔ اور قائد ایوان کی سربراہی میں اسلام آباد جانا تھا۔ وہاں مختلف جو قراردادیں ہیں، اُن پر عملدرآمد ہونا تھا۔ آپ چیئرمین کی حیثیت سے جتنی بھی قرادادیں ہماری یہاں سے پاس ہوئی ہیں چلی گئی ہیں۔ اُن سب کی ایک ایک کاپی، سیٹ بنانکر

نواب صاحب بیٹھے ہیں قائدِ ایوان، وہ وہاں ٹائم مقرر کر کے چلے جائیں گے۔ اور ان پر جو عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ اُس پر عملدرآمد کیلئے۔ یہ بھی اُنہی نوعیت کی ایک قرارداد ہے جو نہایت ہی اہم ہے۔ اور آئین آپ کے صوبے کو یہ حق دیتا ہے کہ گیس اور تیل کے حوالے سے جو بھی چیزیں آجائیں گی۔ اُس میں صوبے کا 50% حصہ، اُسکی پیداوار کا 50% حصہ صوبے کو دینا ہوگا۔ تو اُس کیلئے باقاعدہ ایک کمیٹی ایک ریگولیری اخراجی، کتنی گیس نکل رہی ہے۔ کتنی گیس مل رہی ہے۔ اور اُسکی قیمت کیا ہے۔ اور اُسکی pros-and-cons جو بھی معاملات، معاملے کے طور پر طے کرنا ہے۔ اُن سب کو طے کر کے اور اُسکے مطابق ہمارے صوبے کے جو حقوق بنتے ہیں۔ یعنی صوبے کو جو کچھ اس حوالے سے ملتا ہے وہ طے کر کے اُنکے پاس لے جائیں گے۔ اور اُن سے ان سالوں کے دوران جو پیداوار ہوئی ہے جو گیس نکلی ہے جو تیل نکلا ہے۔ اُسکے علاوہ کہیں اور بھی اگر ہیں تو سارے۔ ان ساروں کے حوالے سے وہاں بحث ہوگی۔ تو یہ جو قرارداد ہے میری ایوان سے گزارش ہے کہ وہ اس قرارداد کو منظور کرے۔ تاکہ باقی قراردادوں کے ساتھ اس قرارداد پر بھی اسلام آباد میں بحث ہو۔ اور جو اسکے حوالے سے آمدنی ہمارے صوبے کو ملنی ہے یا ملنے ہم جار ہے ہیں وہ آمدنی صوبے کو مل جائے۔ اور اس طریقے سے صوبے کی 2010ء کے بعد جو بھی گیس نکلی ہے آئین میں ہمارے صوبے کی حق تلفی نہ ہو۔ تو اس بنیاد پر ہم یہ لے آئے ہیں۔ دوستوں سے، ایوان سے ریکوئیٹ یہ ہے کہ وہ قرارداد کو منظور کریں تاکہ وہاں ہم اسکو زیر بحث لاسکیں۔ thank you

جناب چیئرمین: محترمہ یا سمین لہڑی صاحبہ۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ: چیئرمین صاحب! مجھے صرف دو منٹ آپ دے دیں گے بس۔

جناب چیئرمین: جی۔

محترمہ یا سمین لہڑی: ڈاکٹر صاحب! اگر آپ بات کرنا چاہیں تو میں آپ کے بعد بات کروں گی؟ اچھا! Thank you so much sir۔ بہت بہت شکریہ۔ زیارت وال صاحب! جو یہ قرارداد لائے ہیں۔ میں صرف اپنی بات اس سے شروع کروں گی۔ کفرٹو ملائخہ اخذ کر کے۔ دریا یہ، درست آیہ۔ اٹھار ہویں ترمیم کا جو سلسلہ ہے وہ ہمیں بہت پہلے کرنا چاہیے تھا۔ خاص طور پر resources کی اگر بات ہوتی ہے۔ اور بلوچستان کے اندر میں سمجھتی ہوں کہ آج کی جو صورتحال ہے۔ اُسکی بنیادی وجہ یہی ہے۔ resources کی غیر منصفانہ تقسیم۔ اور اس تقسیم کے حوالے سے اگر ہمارے قائدین نے اور اتنی طویل جدوجہد کے بعد اٹھار ہویں ترمیم کے بعد صوبوں کو اُنکے rights ملے ہیں، میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے مسئلے کا حل اٹھار ہویں ترمیم میں ملے ہوئے resources یا rights بھی نہیں ہیں، اس سے کہیں بھی زیادہ ہمیں ملنے چاہیں۔ لیکن یہ ہے کہ یہ اچھی ابتدا تھی۔ اس کو من و عن implement ہونا چاہیے تھا۔ آج ہم پانچواں سال میں بیٹھے ہیں لیکن افسوس کیا تھا کہنا پڑتا ہے کہ اٹھار ہویں ترمیم کی جس طرح سے implementation ہونی تھی وہ نہیں ہوئی۔ اسیکر صاحب! ابھی آپ

اٹھار ہوئیں ترمیم کی طرف گئے ہیں جی لیکن سرگوشیاں سننے کو مل رہی ہیں، بہت حد تک مطلب اس میں conspiracy ہمیں یہ نظر آ رہی ہے کہ اسکو roll-back کرنے کا سوچا جا رہا ہے۔ اور اسکی بنیادی وجہ کیا بتائی جا رہی ہے، وہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ ان صوبوں میں capacity نہیں ہے۔ اور اس میں مثال دی جاتی ہے کہ بلوچستان اپنے بجٹ کو استعمال نہیں کر سکتا ہے، آپ کو resources جوں رہے ہیں وہ بجٹ آپ laps کر رہے ہیں، اس میں doubt بہت بڑا ہمارا پی ایڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ ہے، اسکی کمزوری اور کوتاہی اپنی جگہ پر، لیکن یہ ہے کہ اس کا حل یہ بھی نہیں ہے کہ اگر ہم استعمال نہیں کرتے۔ ہماری capacity کو enhance کرنے کی بجائے آپ یہ کہتے ہیں کہ اسکو roll-back ہونا چاہے کیونکہ صوبوں کی capacity نہیں ہے اس کو ان بڑھائے گا؟ اگر یہ ہے کہ وہاں سے جتنی بھی آفسرزشاہی یہاں آکے سروس دیتے ہیں کیا ملک کے اندر یا ہمارے صوبے کے اندر وہ human resources نہیں ہیں جن کو develop کر کے انہی کی خدمات کو یہاں حاصل کیا جائے؟ چیزیں صاحب امیں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ بہت بڑا الیہ ہے اور جواز یہ دیا جاتا ہے کہ اگر اٹھار ہوئیں ترمیم اور خاص طور پر این ایف سی ابھی جو نہیں ہو رہی ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بہت ایسی مقدار قوتیں ہیں جو گھبرائی ہوئی ہیں کہ این ایف سی میں وہ دوبارہ سے resources وہ زیادہ صوبوں کو چلے جائیں گے اور یہ سمجھتے ہیں کہ مرکز اس سے کمزور ہو گا۔ میں ایک سیاسی، ایک ادنی کارکن کی حیثیت سے یہ ضرور سمجھتی ہوں کہ powers کو delegate کرنے سے کوئی کمزوری نہیں آتی بلکہ اس سے مرکز مزید مضبوط ہو گا۔ تاریخ میں یہی مرتبہ صوبوں کو اگر confidence آیا ہے تو یہ اٹھار ہوئیں ترمیم کے بعد آیا ہے کہ جی ہم بھی اس ملک کا حصہ ہیں، ہم بھی اس ملک کے federating units کے due rights دینے کیلئے مطلب بیٹھے ہوئے لوگ یا سُننے والے کان یا دیکھنے والی آنکھیں بھی موجود ہیں۔ جب اٹھار ہوئیں ترمیم آئی تب میں سمجھتی ہوں کہ صوبوں کے اندر ایک confidence بڑھی۔ اور ہم بڑی آسانی سے کہتے ہیں کہ جی اس سے مرکز کمزور ہو گا۔ تو میں اس توسط سے ان قوتوں کو یہ باور کروانا چاہتی ہوں کہ مرکز ہمارا جو فیڈریشن کا نظام ہے اسکی بنیادیں کمزور نہیں ہیں کہ صوبوں کو انکے due rights دینے سے کمزور ہو جائے۔ بلکہ میں surety دینے سے مزید فیڈریشن مضبوطی کی طرف جائیں گی۔ مزید یہاں قرارداد، 1940ء کی بھی میں مثال دیتی ہوں کہ اس قرارداد میں یہی ہے کہ جو بھی یہاں اکا یاں ہیں، جو بھی صوبے ہیں ان کو انکے due rights دینے جائیں گے۔ تو اس قرارداد پر ہم اگر عمل کرینے کے اگر اس ملک کو ہم Nation State کی طرف لے کر جائیں گے اسکی بنیادی شرط یہ ہے، ظلم، زیادتی، نابرابری اور نا انصافیوں کا خاتمہ کیا جائے۔ جو ہمارے rights due ہیں وہ ہمیں دینے جائیں۔ میں بالکل اس قرارداد کی حمایت کرتی ہوں اور میں سمجھتی ہوں کہ ابھی جو یہ قرارداد آئی ہے تب بھی right time implement کیا۔ اگر اس کو

جائے۔ thank you so much.

جناب چیئرمین: محترم مجید خان اچکزئی صاحب۔

جناب عبدالجید خان اچکزئی: شکریہ چیئرمین صاحب! ہمارے محترم زیارت وال صاحب کی قرارداد ہے، صوبے کو تیل اور گیس کی پیداوار مطلب اٹھارہویں ترمیم، گیس، تیل اور ساڑھے چار سال گزرنے کے بعد، چار مہینے رہتے ہیں ابھی قرارداد اور اُسکی implementation کیا ہوگی۔ قرارداد basically ہماری اٹھارہویں ترمیم سے پہلے بھی یہ تھا کہ صوبے کے ہونگے اٹھارہویں ترمیم کے بعد تیل اور گیس کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! اب ہماری coalition government کے ہمارے پارلیمنٹی لیڈر صاحب تقریباً ہمارے صوبے کی جانب سے ایکنک کی ساری میٹنگیں غالباً انہوں نے اسلام آباد میں چیئرمینی کیے ہیں۔ 10-2009ء میں یہ ہوا ہے اچھا۔

Government of Pakistan will pay 35 percent profit of the Saindak of the no more than 4.5 Balochistan for the year such profit was given billions arrears pending against the federal government. The Mines and Mineral Law before 18th amendment except this all the minerals, mines in all the provinces are the property of the province. If the first agreement with the Chinese Companies.

ابھی میں اس پر آتا ہوں۔ مطلب ایک تو یہ، یہ جو قرارداد ہے ہمارے محترم ساتھی نے پیش کی ہے، یہ میرے خیال میں یہ ٹھیک بھی نہیں ہے۔ سارے resources for the province technically ہم یہ قرارداد پیش کرتے ہیں۔ اور کہیں شریعت ہے کہیں صوبے کے resources ہیں، کہیں یہ کہیں وہ۔ مطلب mechanism کیا تھا ساڑھے چار سال میں۔ مطلب یہ ساڑھے چار ارب فیڈرل گورنمنٹ نے ہمیں دیئے، جو ہمارے بقایا جات ہیں، انہوں نے دیئے؟ کیا ہماری گورنمنٹ نے یہ ساڑھے چار سال میں جو کمپنیاں ہمارے ساتھ کام کر رہی تھیں، جو بڑی بڑی کمپنیاں، ماری، او. ڈی. ڈی. ایل، پیکر کوہ اونچ۔ اور بھی کمپنیاں ہیں۔ اگر ہماری گورنمنٹ اس پر عملدرآمد کر لیتی۔ جو اٹھارہویں ترمیم کے بعد ہمیں ملا تھا 2010ء میں۔ more than 25 billions۔ اب 25 ارب روپے ہمیں وہاں سے ملنے تھے، وہ نہیں ملے۔ ہمارا نیا معاہدہ نہیں ہوا۔ even recently سیندھ کی معاہدہ فیڈر کا بینہ میں ہوا۔ 5 percent

share پر۔ اب آپ یہ اندازہ لگائیں مطلب اٹھار ہویں ترمیم، کیا پرامن منستر کو اٹھار ہویں ترمیم کا پتہ نہیں ہے؟ کیا resources سیندک بلوچستان میں نہیں ہے۔ نیا معاهدہ کیا ہے فیڈرل گورنمنٹ میں اس کو یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ معاهدہ صوبے کے ساتھ ہونا چاہیے؟ کیا چائیز کمپنی ایم سی سی نے یہ معاهدہ ہمارے ساتھ کرنا تھا یا فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ؟ ابھی یہی چائیز کمپنی کا ایک اور پروجیکٹ بھی ہمارے صوبے میں جو کام کر رہا ہے، ڈوڈر کے نام سے، جو زمک اور باقی چیزوں کو نکال رہا ہے۔ چیز میں صاحب! اس میں کوئی شک نہیں ہے، مطلب صوبے کے حقوق پڑا کہ ڈالا جا رہا ہے۔ اور فیڈرل گورنمنٹ ڈال رہا ہے۔ جو اٹھار ہویں ترمیم سے پہلے حقوق تھے، وہ نہیں دیئے جا رہے ہیں۔ جو اٹھار ہویں ترمیم کے بعد جو ہمارے حقوق ہیں، وہ نہیں دیئے جا رہے ہیں۔ فیڈرل کامینہ میں سیندک کا معاهدہ ہوا ہے۔ اب اندازہ لگائیں کہ فیڈرل گورنمنٹ نے خود یہ کہا ہے کہ جتنی investment کمپنی نے سیندک میں کی ہے اُس سے کہیں زیادہ profit انہوں نے کمالی ہے۔ ہماری مانیٹرنس کا سسٹم کسی بھی جگہ پر نہیں ہے۔ 2005ء میں انٹرنشنل بازار میں کا پرکی قیمت 10 ہزار ڈالر فی ٹن تھی لیکن ہمارے پاس وہ میکنیرم نہیں تھا کہ کتنے ہزار ٹن ہم نکال رہے ہیں؟ ابھی آپ دیکھ لیں کہ گیس نکل رہی ہے۔ سیندک باقی پروجیکٹس ہیں ہمارے پورے صوبے کے۔ even وہ ایک چھوٹی پی ایم ڈی سی یہ بھی ابھی تک ہمارے صوبے کے حوالے نہیں کی گئی ہے۔ وہ ایک ریٹائرڈ بریگیڈر بیٹھا ہوا ہے 25 سال سے جس کی یہاں شاخ عزیز اور پراچہ صاحب ان کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات ہیں۔ ہمارے پورے صوبے کو انہوں نے الٹ کر دیا۔ پانچ، پانچ روپے میں ایک ڈالٹ ہوا ہے۔ اور وہی سسٹم ابھی تک وہیں چل رہا ہے۔ اٹھار ہویں ترمیم کہاں ہے؟ جناب چیز میں صاحب! مطلب اسی گورنمنٹ نے PPL کے ساتھ معاهدہ ہوا تھا اگر میں زیادہ غلط نہیں ہونگا۔ میں نے اپنے ایک ساتھی سے پوچھا تھا کہ ڈان اخبار میں یہ فچ آیا تھا کہ آپ لوگوں نے 10 سال کیلئے ایک نیا معاهدہ کیا تھا۔ معاهدہ میں بقا یا جات اور مانیٹرنس کا ذکر ہی نہیں تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تھکے ہوئے تھے اور یہ ابھی کمپیوٹرائزڈ ہو گیا اور یہ ہو گیا۔ ابھی انشاء اللہ وہ سب ٹھیک ہو جائیگا۔ ابھی اس وقت میں الاقوامی منڈی میں کا پرکی قیمت 7 ہزار ڈالر سے زیادہ ہے، ابھی بھی ہماری مانیٹرنس کا کوئی سسٹم نہیں ہے۔ ہم یہ ابھی چار یا پانچ مہینے کے بعد قرارداد فیڈرل گورنمنٹ ہماری مانے گی۔ انہوں نے ایک ہفتہ پہلے معاهدہ کیا تھا سیندک کیسا تھا ہمیں پوچھا نہیں گیا۔ ابھی اس پر، آپ کے ذریعہ نہیں یہ صوبائی حکومت، coalition government اور کینٹ کی ذمہ داری ہے کہ معاهدہ منسوخ کر کے چائیز کمپنی سے کہا جائے کہ معاهدہ ہمارے ساتھ کر لیں۔ اور یہ فیڈرل گورنمنٹ کو وہاں نیچ میں سے نکلا جائے۔ اور جو ہمارے بقا یا جات ہیں اُنکے پیچے انکا کوئی حل نکلا جائے۔ جناب چیز میں! جیسے زیارت وال صاحب نے under Artical 172-3 Constitution of Pakistan Republic, minerals and natural resources from the province. already

ہیں۔ اٹھار ہویں ترمیم کے بعد تو ہمارے اختیارات اور بھی زیادہ ہو گئے۔ shares 50 percent ہر وہ چیز پر جو ہمارے صوبے سے نکلتی ہے، ہمارے پاس ابھی تک فشریز کے لائسنس کی اجازت نہیں ہے۔ مطلب ہمارے 50% share کہاں ہے ہمارے صوبے کا۔ چار سال ایکنک کی میٹنگ میں نمائندگی کر رہے تھے۔ ہمارے محترم ڈاکٹر صاحب نے خود کہا تھا کہ ڈھائی سال میں وہ تمیں ایک ایسٹ انڈیا کمپنی کی حیثیت بھی نہیں دیتے ہیں۔ ابھی سائز سے چار سال بعد ہم اس اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ہم نے قرارداد پاس کی ہے۔ اور وہاں سے انشاء اللہ اسٹیٹ بینک کے دروازے کھلیں گے اور ہمیں حق ملے گا۔ جناب چیئرمین صاحب! ایک اور چیز جو کل مجھے پتہ چلا ہے، یہ ہم چیز ہے اگر ہمارے پرس احمد علی صاحب ہوتے تو بہت اچھا تھا۔ ابھی آپ دیکھ لیں، یہ ایک نئی چیز۔ sorry ایکل پی اے سی کی میٹنگ میں اس پر بحث ہوئی تھی یہ پتہ چلا۔ LIEDA لسیلہ انڈسٹریل ڈولپمنٹ اٹھارٹی جو 1982ء میں بنی ہے۔ اور اسکی روپیہ وہ سندھ گورنمنٹ کو left کر رہی ہے۔ divisible pool میں جو ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ سندھ 60 فیصد روپیہ نوک کو دے رہی ہے، اُس میں ہماری روپیہ کی حیثیت اس میں ابھی دیکھ لیں۔ جناب چیئرمین! مطلب round-about 100 and 50۔ ایک سو 40 ارب روپے اکٹم ٹیکس اینڈ سیل ٹیکس، یہ ہمارے حب ریجن میں ایف بی آر اکٹا کر رہا ہے۔ LIEDA ہمارے صوبے کا حصہ ہے زمین ہمارے صوبے کی ہے۔ LIEDA میں جو انڈسٹریز لگی ہوئی ہیں وہ ہمارے صوبے کی ہیں مگر ہمارے ساتھ جو game ہوا ہے وہ کیا game ہوا ہے۔ اچھا! یہ LIEDA کے 140 ارب روپے یا ایف بی آروالے جو ہم سے collect کر کے لے رہے ہیں۔ اور سندھ کے کھاتے میں ڈالے جا رہے ہیں۔ اس میں ابھی ایک اور مضبوط خیز چیز دیکھ لیں۔ اس میں ایف بی آروالوں نے ایک amendment کی ہے۔ باقی تو میں نے بتا دیئے کہ پلاس ہمارے زمین ہماری، صوبہ ہمارا سب کچھ ہمارا۔ اکٹم آرڈننس ایف بی آر 2001ء۔ اس آرڈننس میں ایک نئی چیز انہوں نے پاس کی ہے۔

جناب چیئرمین: مجید خان صاحب! آپ اگر LIEDA کے بارے میں علیحدہ ایک قرارداد لے آئیں۔

جناب عبدالجید خان اچجزی: میں وہی چیز آپ کو بیان کر رہا ہوں، قرارداد کی صورت میں آجائیگی۔ میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ ایف بی آر نے جو ہمارے صوبے کے ساتھ جو مذاق کر رہا ہے، وہ تو ہورہا ہے۔ انہوں نے ایف بی آر آرڈننس نے 2001ء ایڈیشن پروپریٹیشن additional provision FBR Ordinance 2001 مطلب اُسکیں اُس نے یہ واضح کیا ہے کہ جس کے ہیڈ آفس جس شہر میں ہونگے مطلب روپیہ اسکو اکٹا کرنا ہے۔ کیا یہ ہیڈ آفس LIEDA، لسیلہ میں نہیں بن سکتا تھا؟ مگر ہمیں وہ بھی نہیں مل رہا ہے۔ اور آپ دیکھیں ہمارا نیا این ایف سی ایوارڈ تقسیم ہو رہا ہے۔ اچھا! اب 140 ارب کی روپیہ سندھ گورنمنٹ اور ایف بی آر ہم سے اور فیڈرل گورنمنٹ ہم سے لے رہی ہے، سیل ٹیکس اور اکٹم ٹیکس کی

صورت میں۔ اچھا! اب یہ دیکھ لیں ان فیکٹریز کو جو raw material میٹریل مل رہی ہے، جوار بول روپے کی raw-material مل رہی ہے اتنے ٹیکسیز بھی سندھ گورنمنٹ اکٹا کر رہی ہے۔ اس میں ہمارا شیئر ہی کچھ نہیں ہے۔ مگر شاید کوئی چوکیدار ہمارے صوبے کا وہاں بیٹھا ہوگا۔ اس میں میری ایک humble request ہے۔ کل ہماری پی اے سی میں انڈسٹری کا وہ تھا، میری ایک ریکوئست ہے اس ہاؤس سے kindly یہ LIEDA بہت بڑا issue ہے۔ اس میں اربوں کھربول روپے involve ہیں، بڑی بڑی انڈسٹریز، ابھی دیکھیں یہ کونسا جواز ہے کہ آگر آپ کا آفس کراچی میں ہوگا جیسے سوئی، 1954ء سے گیس سوئی ہمارے صوبے سے نکل رہی ہے ہیڈ آفس کراچی میں بننا ہوا ہے۔ لہذا سوئی وہ کراچی کا حصہ ہے۔ اس کی روپیونو ہاں generate ہو رہی ہے۔ ابھی نیا NFC ایوارڈ تقسیم ہو رہا ہے۔ تو یہ جو روپیونو کا ہم کہہ رہے ہیں کہ 140 حب میں ہیں۔ جو فیڈرل گورنمنٹ اکٹا کر رہی ہے، آپ kindly یہ کر لیں۔ انڈسٹریز ڈیپارٹمنٹ کے سیکرٹریز سے کہہ دیں کہ اسکے بارے میں ہمیں 8 سے 10 دن کے اندر not more than that دے دیں۔ وہاں ہمارے اپنے، ہمارے صوبے کے لوگ بھی وہاں بیٹھے ہوئے ہیں، وہ ہمیں اور بھی اچھی طرح گایہڈ کر سکتے ہیں۔ مطلب حمل کلمتی صاحب ہیں وہاں وہ اور بھی کچھ ہمیں بتاسکتے ہیں۔ آپ یہ اندازہ لگائیں کہ 300 ارب روپے میں زین ہماری، mechanism ہمارا۔ زین خریدنے کیلئے ڈپٹی کمشنر سبیلہ as a Revenue Officer اس کو خرید کر کے دیتا ہے۔ raw-material سندھ کی raw-material کے ٹیکس سندھ کے اور یہاں انکم ٹیکس اور سیل ٹیکس فیڈرال گورنمنٹ کی۔ ہمارا کچھ ہی نہیں ہے وہاں۔ اب kindly میری ریکوئست ہے کہ آپ انڈسٹریز ڈیپارٹمنٹ سے یہ کہہ دیں کہ ہمیں اس بارے میں بریف کر لے۔ آخر یہ ڈیڑھ سو، دوسو، تین سوارب روپے ہیں، یہ کہاں جا رہے ہیں؟ ہمارا تو اس میں کچھ نہیں ہے۔ کم سے کم اگر اس کو ہم identity کریں گے، نیا NFC ایوارڈ جو تقسیم ہو رہا ہے اس میں ہمارا شیئر جو 6% وہ لوگ انڈسٹریز سے کاٹ رہے ہیں، ہمارا شیئر بہت زیادہ بڑھے گا۔ اس میں میری خواہش ہے کہ آپ روانگ دے دیں، پلیز— thank you

جناب چیئرمین: جناب ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ صاحب!

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ: چیئرمین صاحب! thank you very much! کیونکہ زیارت وال صاحب نے ایک اہم آرٹیکل کی جانب توجہ فرمائی۔ اگر اجازت دے دیں تو میں political statement نہیں دوں گا تھوڑا سا میں اسکا پوسٹ مارٹم کروں گا۔ کہ (B) 72 آرٹیکل کے insertion کے بعد اسکی position کیا ہے۔ اور میں دوستوں سے ایک گزارش کرتا ہوں ایک آپ لوگ غلط فہمی دل سے نکال دیں تیل گیس کے علاوہ باقی تمام چیزیں اٹھا رہوں یہ ترمیم سے پہلے

صوبوں کی تھیں۔ ہم بار بار جو یہ بات کر رہے ہیں کہ اٹھارہویں ترمیم کے بعد سیندک، اٹھارہویں ترمیم کے بعد no subject میں اٹھارہویں ترمیم سے پہلے یہ ہمارے تھے۔ صرف تیل اور کسی فیڈرل problem کیا ہے؟ اب یہاں چیزیں میں صاحب! میں وزیر اعلیٰ صاحب اور زیارت وال صاحب کی توجہ چاہتا ہوں مجید خان! آپ کی بھی توجہ چاہتا ہوں۔ یہاں ہے؟ جب equal share کی بات آتی ہے کہ حصہ دار ہیں فیڈرل اور صوبائی۔ لہذا اسکے تمام حصے برابر تقسیم ہوں گے۔ وہ حصے کیا ہیں؟ وہ حصے یہ ہیں کہ OGDCL اور PPL میں clause ہے گی جیسے سندھ کا ہے، ہماری کے دوران کہ وہ کپنیاں کو اٹھریں ہیں، ان کی investment intact ہے اور investment کا ہے، KPK کا ہے، ہماری تمام investment وہ OGDCL اور PPL کی ہیں۔ جن کا share 51% فیڈرل گورنمنٹ کا ہے۔ اس insertion clause کے بعد یہ share تمام صوبوں کو ہمیں مانا چاہیے جو ہمارے ہیں۔ یہاں ایک violation ہے جو نہیں ہوا ہے۔ ہم violation کی بات کرتے ہیں۔ لیکن کیا violation ہوا ہے۔ نمبر 1۔ اور نمبر 2، اٹھارہویں ترمیم کے آنے کی بعد وہ جو باقی اُسکے laws میں پیٹرو لیم اور گیس کے، اُس میں subsequently اُس کو اٹھارہویں ترمیم کے مطابق اُن میں ترمیم کی ضرورت تھی۔ جو بھی تک بالکل ترمیم نہیں ہوئی ہے۔ نمبر 3، اُس کو بالکل اختیار نہیں ہے۔ نواب صاحب! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ فیڈرل گورنمنٹ کو as clause کے بعد (B) 172 کے بعد وہ کوئی بھی لائنس extend نہیں کر سکتا ہے۔ کوئی excavation نہیں کر سکتا ہے۔ کوئی block allocate نہیں کر سکتا ہے۔ یہ تین چیزیں ہیں:

لیکن اب بھی no excavation, no allocation of the block, no extension of the block۔ وہ تمام power کا سیکشن آفیسر دس دس ہزار روپے لے کر فیڈرل گورنمنٹ پر، ہماری چیز یہ خزانے سرمایہ داروں نے رکھے ہیں۔ اُن کو excavate نہیں کر رہے ہیں۔ وہ رکھ رہے ہیں جب price بڑھ جائیگی اور ہر دس سال کے بعد جا کے پیسے دے کر ان کو extend کرتے ہیں۔ یہ تین issues یہ تھا جب ہمارا fifty fifty percent share ہے تو لہذا جو پیٹرو لیم ڈویژن ہے جس کو بھی energy میں convert کیا ہے، اسکو dissolve ہونا تھا۔ اس کے تمام assets، فنی، فنی بنا دوں پر، یعنی اُسکی services، اُسکے board members یہ تمام جس صوبے میں گیس کی پیداوار زیادہ ہے اُسکو اُسکے مطابق حصہ دے رہے تھے، جو نہیں ہوئے۔ میں نے اس پر اس وقت ایک consultant hire کیا تھا۔ تین representation میں نے دیے۔ مجید خان! میں آپ کی خدمت میں کہ ساڑھے چار سال گزر گئے آپ لوگوں نے کیا کیا؟ میں نے دو ورکنگ پیپرز CCI میں بھیجے۔ regarding issues، یہ چار allaborate کیے۔ کہ پی پی ایل کے شیئرز بلوچستان کو ملنے چاہئیں۔ اور آپ نہ extend کر سکتے ہیں اور نہ آپ

block allocate کر سکتے ہیں اور اس time ایک بندہ آیا۔ ڈپٹی کمشنر سے میں نے کہا اس کے ڈرل ورل واپس کریں۔ بڑی سفارشیں اُسکی آئیں میں نے کہا no جاؤ، ہمارے ساتھ بیٹھو front door پر not back door پر۔ آؤ اس پر agreement کر لیتے ہیں۔ تو دو رونگ پیپر میں نے CCI کو بھیجیں اُسکے ایجنڈے کے۔ CCI میں سب سے بڑا problem یہ ہے کہ ایجنڈا اُن کی مرضی ہے۔ اس کے بعد میں نے CCI میں سابقہ وزیر اعظم صاحب سے کہا۔ میں نے کہا کہ sir this is a again a violation of constitutions ہیں۔ یہاں آپ کے بندے اس کو ایجنڈے میں ہی نہیں رکھتے، کہتے ہیں کیا مسئلہ ہے؟ میں نے کہا میرا مسئلہ یہ ہے۔ اس وقت بھی آپ کی گیس اور وہ باقی جو سوئی سدرن، سوئی ناردن نے اربوں کھربوں روپے کما کے تمام پاکستان کو سرکاری خرچے پر گیس provide کی۔ اور یہاں ہمیں اس حد تک محروم رکھا، کوئی اور باقی جگہوں کے حالات ہم دیکھتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ مجید خان! جس حد تک ہم کر سکے ہمارا بس چلا، یہ فتح گیا ہے کہ ہم پر یہ کورٹ میں جا کر petition لگا دیں کہ بھائی! اور اس کو آپ کر لیں، mainstream جو یہ چار چیزیں، میں گزارش کرتا ہوں کہ ان کو ہم دیکھ لیں کہ کیا ہیں؟ It should not be a political slogan, it should be a logical basis and true interpretation of 172(B) تو تب جا کے ہم اسکو کہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ اس کو ہمیں بار بار کہنے کی ضرورت ہے کیونکہ وہ دینگے نہیں۔ باقیوں کی constitution encroachment کر رہے ہیں۔ اس کی تو اور ان کو minerals کی ضرورت ہے۔ باقی جو جتنے encroachment تھے وہ اثار ہویں ترمیم سے پہلے بھی صوبوں کے تھے اب بھی صوبوں کے ہیں thank you very much چیئرمین صاحب۔

جناب چیئرمین: آیا قرارداد نمبر 98 منظور کی جائے؟

جناب عبدالجید خان اچکزی: لیڈا کے اوپر آپ کی رونگ کیا ہے؟

جناب چیئرمین: مجید خان صاحب! اس میں ایسا ہے کہ آپ کو جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ آپ قرارداد لائیں۔ پھر اس کے بعد اس کے مطابق اس پر پھر رونگ دی جائے گی۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب چیئرمین صاحب! آپ کی اجازت سے میں ایک point of order پر بولنا چاہ رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: آیا قرارداد نمبر 98 منظور کی جائے؟ قرارداد منظور کی جاتی ہے۔ جی نصراللہ صاحب۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب چیئرمین! ایسا ہے کہ قائد اعظم یونیورسٹی میں گزشتہ روز ہمارے province کے

ہمارے اسٹوڈنٹس پشتون، بلوچ طلباء کو وہاں وہ اپنے ایک جائز مطالبات کیلئے احتجاج کیا تھا۔ لیکن اسلام آباد کی پولیس نے ان پر دھاوا بول دیا۔ ان کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا اور سو سے زائد طلباء کو گرفتار کر کے تھانوں میں بند رکھا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسلام آباد پولیس کا ایک وحشیانہ طرزِ عمل ہے۔ اس کا میں سمجھتا ہوں کہ آپ خود وائس چانسلر سے بات کریں اور اسلام آباد کی جو انتظامیہ ہے اُنکے کمشنر کمشنر پولیس آئی جی سے آپ رابطہ کر کے اُن سے تفصیلات منگوائی جائیں کہ کیوں کہ اس قسم کا واقعہ ہوا ہے۔ کیوں اسٹوڈنٹس کو مارا گیا ہے؟ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ اس حوالے سے وائس چانسلر قائدِ اعظم یونیورسٹی سے بات کریں گے۔

جناب چیئرمین: جی خالد لانگو صاحب۔

میر خالد خان لانگو: سب سے پہلے تو میں آج آپ کو چیئرمین کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ میرا point بھی یہ جزو یہ صاحب نے اٹھایا بہت دکھ ہوا اور افسوس ہوا ہے آج ہمیں۔ یہ جوکل واقعہ ہوا ہے بلوچستان کے اسٹوڈنٹس کے ساتھ جس میں بلوچ، پشتون سب ہیں۔ جس بیداری سے اور غیر پارلیمانی لفظ ہیں لیکن جس بدمعاشی کا استعمال کر کے جن اسٹوڈنٹس کو مارا گیا ہے میرے خیال میں وہ ایسے پولیس نے بدمعاشی کی ہے یا انکو ایسے تشدد کا نشانہ بنایا ہے کہ جیسے کہ یہ پاکستان کے شہری نہیں ہیں۔ یا جیسے کہ یہ ہشتنگر ہیں ہم اس کی ذمہ داری کرتے ہیں۔ اور ہم اپنے اسٹوڈنٹس کے لیے جو بلوچستان کے ہیں، بلوچ، پشتون ہیں ہم اُن کے ساتھ اظہار تجدیح کرتے ہیں۔ اور ہم حکومت کے ذمہ داران سے اسلام آباد انتظامیہ سے اپیل کرتے ہیں کہ جن اسٹوڈنٹس کو مارا ہے، اُن پر تشدد بھی کیا گیا ہے اور بھر غصب اس پر کہ ایف آئی آر بھی کی گئی ہے۔ تو یہ واپس لیا جائے اور پولیس اور جو انتظامیہ اگر اس میں یونیورسٹی انتظامیہ کے کہنے پڑھا ہوگا کہ میڈیا کے دوست بھی آر کی جائے۔ دوسرا میرا point یہ ہے جناب چیئرمین! کہ کل خالق آباد، منگر میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ ایک ٹریلر بے قابو ہو کر دو تین گھنے تھے انہوں نے بھی coverage کیا آج کے اخباروں میں بھی آپ نے پڑھا ہوگا کہ ایک ٹریلر بے قابو ہو کر دو تین ویگن جو ادھر خالق آباد بازار میں، town میں جو کھڑے تھے، اُن کے اوپر چڑھا اور اُس میں کوئی آٹھ، دس بندے زخمی ہوئے اور دو بندے شہید ہوئے۔ یہ پہلا واقعہ نہیں ہے چیئرمین صاحب! یہ تیسرا واقعہ ہے۔ پچھلے سال ایک واقعہ جس میں 24 افراد شہید ہوئے۔ اُس سے پہلے ایک واقعہ ہوا جس میں 10 افراد شہید ہوئے۔ تو اُس time میں نے دو، تین دفعہ چیئرمین این ایج اے کو لکھا کہ یہ بھی شہید ہمارے ساتھ ہو رہا ہے ایک ٹریلر کا بریک فیل ہو جاتا ہے اور وہ آ کے لوگوں کو لٹاڑتا ہے۔ آپ مہربانی کر کے اس کو وہ ادھر انگلینڈ میں اس کو dual carriage-way کہتے ہیں کہ دور ویہ روڈ بنائیں کہ اس سے لوگوں کو نقصان ہو رہا ہے۔ پھر 2 تاریخ کو ہم نے لیٹر میر حاصل خان بننجو صاحب کے ذریعے بھی چیئرمین این ایج اے کو لکھا کہ جی ادھر حادثات ہوتے ہیں۔ اس طرح آپ اس کو dual carriage-way بنائیں زیادہ نہیں ہے پندرہ بیس کلو میٹر ہے۔

اُدھر ماشاء اللہ سینکڑوں کلو میٹرز نہ آپ روڈ بnar ہے ہیں ہائی ویز بnar ہے ہیں ادھر بنا کیں۔ تو اس میں بہت جانی نقصان ہو رہا ہے۔ پھر کوئی دو، تین ماہ پہلے میں نے ریکوست کی تھی حافظ باسط صاحب اور ایوب قریشی صاحب سے۔ انہوں نے نواب صاحب سے بھی ایک لیٹر لکھوا یا تھا چیئر میں این ایج اے کے نام پر کہ اسکو dual carriage-way بنایا جائے۔ لیکن کوئی شناوی نہیں ہو رہی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر اسمبلی کے روز کے تھت اجازت ہے تو آپ اس پر ایک روگ دے دیں اور چیئر میں این ایج اے کو اور اسکے حکام کو بالکل سختی سے یہ کہیں کہ ایک، صرف 15 کلومیٹر روڈ نہ بننے کی وجہ سے تمیں پیشیں افراد شہید ہوئے ہیں۔ اور مزید آئندہ آنے والوں وقت میں خداخواستہ اس طرح کا نقصان نہ ہو۔

جناب چیئر میں: جی یا سمین اہڑی صاحب!

محترمہ یا سائین بی بی لہڑی: میرے خیال سے اسٹوڈنٹس کے حوالے سے بہت اہم issue اٹھایا گیا ہے۔ چیئر میں صاحب! میں یہاں ضرور کہوں گی، خیر میں غریب صوبہ تو نہیں کہو گی کیونکہ جو صوبہ دوسرے صوبوں کو پالتا ہو وہ غریب نہیں ہو سکتا۔ البتہ میں یہ ضرور کہوں گی کہ under developed صوبہ ہے پسمندگی یہاں بہت زیادہ ہے۔ غربت یہاں بہت زیادہ ہے اور یہاں والدین اپنا پیٹ کاٹ کے اپنے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے غرض سے بھجواتے ہیں۔ آیا وہ اُن کو اس لیے بھجواتے ہیں کہ وہاں جا کے کسی بھی بنیاد پر کہ وہ کسی ایک صوبے سے اُن کا تعلق ہے یا مطلب جو لسانی حوالے سے اگر ان چیزوں کو فروغ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے، منفی کچھ عناصر کی طرف سے تو اس میں میرے خیال میں قلع قمع کرنا بہت ضروری ہے۔ اس وقت بھی اگر ہم نے ان چیزوں کو نہیں روکا آپ یقین کریں چیئر میں صاحب! کہ بہت زیادہ ہماری جو سوسائٹی ہے وہ انتشار کا شکار ہو گی۔ اس سے پہلے بھی وہاں اس طرح کے examples ہمیں ملتے ہیں کہ ہمارے طلبہ کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اُن کو نشانہ بنایا گیا ہے اگر ہم یہاں جو ہمارا آئینی حق ہے کہ پر امن احتجاج کرنے پر بھی اگر پابندی ہو تو پھر جناب چیئر میں صاحب! آپ مجھے بتائیں کہ ہم اپنامد عایا ہمارے اسٹوڈنٹس جو ہیں وہ اپنی ایج اکاہاں نوٹ کرائیں؟ تو وہ پر امن احتجاج پر تھے اُن پر لالہی چارج ہوا ہے۔ وہ طالب علم ہیں، سیکھنے کے لیے گئے ہیں کوئی ہشتنگر دوہ نہیں ہیں میں سمجھتی ہوں جنہوں نے کیا ہے۔ اُن منفی عناصر کو expose ہونا چاہیے اُن سے پوچھنا چاہیے۔ اُن کی طرف چلے جائیں۔ thank you very much.

جناب چیئر میں: جناب زمرک خان اچکنڈی صاحب!

انجینئر زمرک خان: شکر یہ چیز میں صاحب! پنجاب یا لاہور میں ہمارے بچے پڑھتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی اس طرح کے مختلف واقعات ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ نہیں میرے خیال سے تین چار دفعہ تو پچھلے سال سے لیکر اب تک ان کے ساتھ ہوا ہے ان کو مارتے پیٹتے ہیں۔ وہ جوانا جو کلپرڈے مناتے ہیں اُس کیلئے بھی نہیں چھوڑتے اس حوالہ سے میرے خیال میں لاہور میں دو تین دفعہ ہوا تھا۔ پھر ایک دفعہ اسلام آباد میں ہوا تھا ابھی پھر اسلام آباد میں اس طرح کے واقعات ہوئے ہیں۔ اصل میں یہ مسئلہ نہیں ہے کہ وہ اسٹوڈنٹس کو پڑھنے نہیں دیتے۔ بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ وہ ان کو برداشت نہیں کرتے تین دفعہ میں خود گیا ہوں۔ یہ جو ہمارے یہاں ممبر بیٹھے ہوئے ہیں یہ بھی گئے ہیں ہماری مختلف پارٹیوں سے مطلب اے این پی، جمیعت، اور پشتو نخواکے سارے گئے ان سے وہاں ملے ان کی وہاں جو ایک ہماری پارٹی ہے جماعت اسلامی ان کے ساتھ مذکرات ہوئے پھر ہم نے یہاں اُس ایشوکوا سمبلی میں بھی اٹھایا اسمبلی میں نواب صاحب، چیف منسٹر اس کمیٹی کے چیز میں بھی بن گئے۔ کہ وہ جا کر کے اس issue کو discuss کر کے پنجاب میں اور لاکوں کی ایجوکشن وہ اگر برقرار رکھ سکے تو برقرار رکھنا چاہیے۔ تو اس طرح ابھی جو یہ اسلام آباد میں ہوا یہ بھی اُس کی ایک کڑی ہے ابھی گورنمنٹ بھی ان کے ساتھ ظلم کر رہی ہے۔ ابھی ایڈمنسٹریشن بھی ان کے ساتھ ظلم کر رہی ہے آپ نے اخبار میں ایک تصویر دیکھی ہوگی۔ طالبات نے ایک حصہ بنا یا ہوا تھا ان طالب علموں کو بچنے کے لیے جو پولیس ان کو گرفتار کرنے کی کوشش کر رہی ہے یا ان کو مار پیٹ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ میرا مقصد یہی ہے کہ ہمارے ہاں یہاں جو نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں وزیر اعلیٰ صاحب سے اور باقی جو ہمارے ٹریڈیشنل پرنسپلز کے ہیں۔ یہ اس پر تھوڑا اس action ہوتا اس کی بالکل حمایت نہیں کرنی چاہئے اگر کوئی اسٹوڈنٹ ہمارے تعلیمی ماحول کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے یا کوئی وہاں یونیورسٹی کے ماحول کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے تو بالکل ہم اُس کی سفارش نہیں کریں گے۔ لیکن اگر پوری ایک بلوچ کو نسل بنی ہوئی ہے، ایک پشتوں کو نسل بنی ہوئی ہے۔ وہ اپنے بچوں کی بہتری کے لیے بنی ہوئی ہے کہ اُنکے اپنے بچوں کو ایڈمیشن دینے کے لیے اُنکے لیے آسانی بنا کیں اُن کو تباہی دینے کے لیے آسانی بنا کیں لیکن وہاں کچھ ایسی تنظیمیں موجود ہیں جو اس کو نسل کو برداشت نہیں کرتی ہیں۔ انہوں نے اپنا سسٹم خود بنا یا۔ ایڈمیشن نہیں اور پورا جو قانون ہے یونیورسٹی کا ان تنظیموں نے اپنے ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔ اس لیے وہ پشتوں اور بلوچ کو نسل کو برداشت نہیں کرتیں۔ ہم یہی کہتے ہیں کہ ہم پھر بھی اپنی اپوزیشن کی طرف سے اے این پی کی طرف سے، میں کسی بلوچ، پشتوں یا ہزارہ اسٹوڈنٹس کا جو بلوچستان سے تعلق رکھتا ہے۔ جو غلط طریقے سے ماحول کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے جو غلط activity میں involve ہے میں اُس کی سفارش نہیں کروں گا۔ لیکن اُن لوگوں کو جو ہماری پوری کو نسل کو نشانہ بناتے ہیں۔ جو ہماری پشتوں کو نسل کو نشانہ بنایا، ان کے کلپرڈے کو تباہ و بر باد کر دیا۔ ان کے stalls کو جلا یا گیا اُن کے کیمروں کو توڑا گیا۔ تو ان کی

اجازت تو ہم نہیں دے سکتے کسی صورت میں بھی۔ وہاں ان پر گولیاں چلائی گئیں ان پر لٹھی چارج کروایا گیا۔ ابھی اسلام آباد میں اس طرح کر رہے ہیں۔ ان بچوں کو suspend کر دیا گیا۔ ان کے تعلیمی معیار کو خراب کر دیا گیا یہ ایک ڈینی انتشار اور ایک ڈینی کوفت ان کو دینا چاہتے ہیں۔ تو یہ کم از کم بچے جوان ہیں ٹھیک ہے ان کو طریقے سے سمجھایا جائے اگر ان سے غلطی بھی ہوئی ہے ان کے والدین کو بلایا جائے ان کے وہاں ممبرز بیٹھے ہوئے ہیں ان کے یہاں مشیران بیٹھے ہوئے ہیں ان کی پارٹی کے لیڈر بیٹھے ہوئے ہیں ان کو سمجھائیں اگر آپ اسٹوڈنٹس کو restigate کرتے ہیں ان کی تو پوری زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ ان کا تو system ہی خراب ہو جاتا ہے۔ تو میں گزارش کروں گا کم از کم ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب سے ہمارے ایجوکیشن منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے تھے ابھی نکل گئے۔ ہمارے جو دوسرے ٹریڈی ٹرینر کے ممبران ہیں۔ وہ کم از کم وہاں کے گورنر سے، اسلام آباد میں فیڈرل ایجوکیشن منسٹر سے مذاکرات تو کریں ان کے وائس چانسلر سے بات کریں کہ ان کو adjust کریں۔ اگر غلطی ہوئی ہے ان کی ایک دوسرے کے ساتھ بٹھائیں اور ان کی patch up کروادیں میں ان کی ایڈمنیسٹریشن کی پر زور مذمت کرتا ہوں کہ انہوں نے غلط طریقے سے ان کے خلاف action لیا ہے۔ ان کا سد باب ہونا چاہیے اور اس اسمبلی نے کم از کم پوچھا ہے اور اس مسئلہ کو صحیح طریقے سے حل کرنے کی کوشش کریں۔ thank you

جناب چیئرمین: شکریہ ڈاکٹر صاحب۔ جی قائد ایوان صاحب!

نواب شاہ اللہ خان زہری (قائد ایوان): میرا خیال ہے بس ختم ہونا چاہئے۔ thank you مسٹر چیئرمین! دوستوں نے اس مسئلے پر بحث کی جو قائد اعظم یونیورسٹی میں ہوا ہے ہمارے بچوں کے ساتھ۔ اس کی تو first of all بھر پر مذمت کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب! please قائد ایوان بات کر رہے ہیں۔

قائد ایوان: اور جو ہمارے بچوں کے ساتھ جس طرح کارویہ رکھا جاتا ہے۔ ابھی میں اسلام آباد جارہا ہوں میرے ساتھ دوسرے دوست بھی ہیں۔ تو میں وہاں اشیئر یونیورسٹری سے بھی بات کروں گا۔ اور وہاں قائد اعظم یونیورسٹی کے جو پرنسپل ہیں اُنکے ساتھ بھی اس مسئلہ کو tackle کروں گا۔ اور دیکھوں گا کہ یہ زیادتی کیوں ہوئی ہے اور کس وجہ سے ہوئی ہے؟ اور میں اپنے دوستوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اس august House کا بھی حوالہ میں ان کو دوں گا۔ کہ وہاں، اسمبلی میں بھی ہمارے دوستوں نے اس مسئلہ کو اٹھایا ہے۔ تو اس پر انشاء اللہ میرے دوست تسلی رکھیں اور جن بچوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے میں کوشش کروں گا کہ اُنکے ساتھ ملاقات کروں اور ان سے بھی حال احوال کروں کہ کیا مسئلہ ہے ان کا۔ میری یقین دہانی کے بعد آپ اس پر زیادہ زور نہیں دیں۔ thank you

جناب چیئرمین: یقیناً قائد ایوان صاحب کی جانب۔۔۔ (مداخلت) زمرک صاحب! قائد ایوان نے یقین دہانی کرادی ہے۔ جی ڈاکٹر شمع اسحاق صاحب!

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: شکریہ چیئرمین صاحب! قائد اعظم یونیورسٹی والا واقعہ واقعی ایک ایسا انوہنا ک واقعہ ہے جس پر ہم جتنی بھی بات کریں کم ہے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! قائد ایوان نے اس پر تفصیل سے اس کی وضاحت بھی کر دی ہے اور انہوں نے اس پر یقین دہانی بھی کرادی ہے اس پر اس لیے اُس کے بعد اس کا کوئی جواہر نہیں ہے۔ جی۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: میں بلوچستان یونیورسٹی کے مسئلہ پربات کروں گی۔ بلوچستان یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس پچھلے کئی مہینوں سے کمپ لگائے بھوک ہڑتال پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ سی ایم صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں میں آپ کی توجہ صرف اس لیے چاہتی ہوں کہ جو بلوچستان یونیورسٹی کا معاملہ ہے اس کے بچے مہینوں ہو گئے ہیں کمپ لگائے ہوئے ہوئے ہیں۔ اس نے VC، حس کو ہم کہتے ہیں اس کی جو ناجائز خواہشات ہیں، وہ پوری ہونے کو نہیں آ رہی ہیں۔ میں نواب صاحب کی بھی توجہ چاہوں گی کیونکہ یہ ایک بہت اہم معاملہ ہے نواب صاحب! اس پر کمیٹی بھی بنائی گئی ہے۔ ہماری مشاورت بھی لی گئی تھی لیکن آج تک اُس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا۔ اب بڑی بات یہ ہے کہ یونیورسٹی ایکٹ کے تحت چار سال سے زائد extension وہ نہیں دی جاتی ہے۔ ویسے تو دو سال انہوں نے extension لے لی اور بھی لینا چاہ رہا ہے۔ میں سمجھتی ہوں دسمبر 2017ء میں یہ شخص ریٹائر ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے ایک نئے VC کا میں سمجھتی ہوں کہ advertise کیا جائے اور جو یہاں کے بچوں کے لیے بلوچستان کے لیے جو سب سے qualified high ہو، وہ شخص تعینات کیا جائے جو کہ بلا امتیاز رنگ نسل ان بچوں کے ساتھ وہ سلوک کرے جو اس VC صاحب نے نہیں کیا۔ دوسرا بات اس میں یہ جناب چیئرمین صاحب! کیونکہ 1996ء میں اس اسمبلی نے extension کا ایک ایکٹ پاس کیا تھا۔ اب اس نے چار سال تو لے لیئے ہیں۔ اب میں یہ سمجھتی ہوں کہ آپ کی رو لنگ بھی important ہے۔ کمیٹی بھی بنائی گئی زیارت وال صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ زیرے صاحب بھی اس کمیٹی کے ممبر تھے ہم بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ مسئلہ کب سے ہے آپ نے کبھی سوچا ہے کہ جو نئے آج یہ کمپ لگائے بیٹھے ہوئے ہیں وہ کھانا کھا سے کھا رہے ہیں اس میٹنگ کے پیسے بھی انہوں نے نہیں دیہے ہیں۔ وہ بھی دو لاکھ تک پہنچ گئے ہیں۔ بھوک ہڑتال پچ بیٹھے ہوئے ہیں یونیورسٹی کا معاملہ ہے۔ میں سمجھتی ہوں سی ایم صاحب! آج یہاں اگر اس معاملے پر میں کوئی بات کروں کہ وہ اب پھر extension لینے کے چکروں میں ہے۔ سردار صاحب! اگر آپ تھوڑی دیر کیلئے سی ایم صاحب کو بات سننے کا موقع دیں۔ سر! کیونکہ یہ پھر extension لینے کے چکر میں ہے۔ اسکو extension نہ دیا جائے۔

جناب چیئرمین: جناب وزیر تعلیم! آپ اس point کا جواب دے رہے ہیں جی زیارت وال صاحب!

وزیر تعلیم: میڈم! آپ بات سن لیں۔ یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے یہ گورنر صاحب کے اختیار میں ہے۔ ہم نے ایک پاس کیا ہے، ہم ایک بنتے ہیں لیکن یہ اختیار چانسلر کا ہے۔ اس کے اختیار کو ہم یہاں اسمبلی نہیں روک سکتی۔ بنیادی طور پر میڈم ابھی آپ مجھے سن لیں نا۔ جو لوگ ہڑتال پر چلے گئے تھے ان کے ساتھ ہم نے یہاں میٹنگ کی جو فیس کے بارے میں تھی۔ وہ تمام فیس ہم نے کم کراودی اور جس طریقے سے وہ چاہ رہے تھے اُس کو ہم اُس پر لے آئے۔ ہم BS پر چلے گئے ہیں اور semester system پر گئے ہیں تو وہ تمام معاملات جب حل ہو گئے پھر وہ ایک بات کو اٹھا رہے تھے کہ PHD وہ کنٹرولر ہے۔ controller of examination ہے۔ وہ چھ، آٹھ، بارہ سال سے مسلسل HEC، PHD's، PHD's کی کے تحت تھا وہ آپ کے سامنے رکھ چکے ہیں۔ پھر انہی اسٹوڈنٹس نے ہمیں کہا کہ آپ بے اختیار لوگ ہیں پتہ نہیں کس کی ترجیحی کرتے ہیں؟ اگر یہ behaviour ہے اور تم ان کی تمام باتیں مان رہے ہیں۔ اور آج یونیورسٹی کی شکل بنی ہے۔ آج سے دس سال پہلے یہ یونیورسٹی کیا تھی؟ آج آپ کی یونیورسٹی کم از کم ملک کی یونیورسٹیز کی ranking میں آگئی ہے اب اس کو مزید بہتر کرنی ہے۔ کسی بھی آدمی میں کوئی بھی خرابی ہے خامی ہے اُس پر بات کی جاسکتی ہے۔ ان کو دو تین مرتبہ ہم نے یہاں بلا یا بٹھایا کہ یہ چیزیں ہیں ان کو تھیک کرنا ہے چانسلر صاحب سے بھی بات کریں گے۔ اُس کو مزید کیسے بہتر بناسکتے ہیں مجھے as such اس کا نہیں بتا کہ اُس کو extension دے رہے ہیں اُس کو نکال رہے ہیں، کسی اور کوارہے ہیں۔ یہ اختیار چانسلر کا ہے، گورنر صاحب کا ہے۔ گورنر صاحب سے میں نے پوچھا نہیں ہے کہ مزید صورتحال کیا ہے؟ بہر حال کہنے کی وجہا تک یہ تمام باتیں ہم ان کے سامنے رکھ چکے ہیں۔ پھر جو مطالبات ہم مان گئے تھے قائد ایوان کے سامنے رکھتا ہوں، وہ ڈاکٹر صاحب نے مالکے ڈاکٹر صاحب کو دے دیا ہے۔ اُس نے کہا ابھی سب کچھ ہو چکا ہے۔ ابھی ان کو اٹھنا چاہیے اُن کو میں اٹھایتا ہوں۔ اس کے باوجود اگر نہیں اٹھے ہیں بیٹھے ہیں۔ تو اُس میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟ تو یہاں جو باتیں ہیں جو کام ہیں جس طریقے سے ہیں۔ آپ BS بھی مانگیں گے، آپ semester system بھی مانگیں گے۔ آپ فیس بھی کم کریں گے۔ آپ یونیورسٹی کو یونیورسٹی بنائیں گے۔ آپ ان کے لیے پیسے بھی لاںئیں گے۔ کہ ”ہمیں یہ اُس چانسلر نہیں چاہیے“، کس بنیاد پر نہیں چاہیے کس لیے نہیں چاہیے؟ میڈم! ہم وہ بات کرنے نہیں جا رہے ہیں۔ اگر آپ کہیں گے تو میں یہاں بتا دیتا ہوں۔ کروڑوں روپیہ، 21 کروڑ سے زیادہ پیسے آپ کے اسٹوڈنٹس سے exam کے نام پر بٹور رہے تھے۔ وہ ختم ہو گیا ابھی آپ کی یونیورسٹی کے پاس آگئے ہیں۔ تو کیا یہ achievement نہیں ہے؟ exam کے نام پر، پندرہ ہزار روپے بچوں سے لیتے تھے، پانچ سو روپے وہاں جمع کرواتے تھے۔ آخر میں بتہ چلا کہ اس طریقے سے ہے۔ اب اگر اسٹوڈنٹس کے معاملات پر دھن دے یہ ہیں تو ان اسٹوڈنٹس کے ساتھ تو

ہم نہیں جاسکتے ہیں۔ یہ اسٹوڈنٹس اپنے آپ کو صحیح کریں۔ ہم ایجوکیشن میں سب سے بیچھے ہیں اُس کو آگے لے جانا ہے۔ یہ problem جس طریقے سے چل رہا ہے آپ کی وومن یونیورسٹی چل رہی ہے وہاں کیوں نہیں ہے؟ کس بنیاد پر نہیں ہے؟ تو یہ نواز نے والی جو باتیں ہیں یا اسٹوڈنٹس لیڈر شپ کے حوالے سے، اس کی میں ذاتی طور پر مختلف ہوں۔ یہ کرپشن کی ابتداء ہے کرپشن انہوں نے اس طریقے سے inject کیا ہے۔ نہیں ہونا چاہیے۔ بات کرنے کے لیے نواب صاحب بیٹھے ہیں جب چاہیں اُن کو بلا لیں گے بھادیں گے۔ جو بھی باتیں تھیں میڈم! آپ نے سن لیں، آپ کے سامنے floor پر اُن کو بتا دیا تھا کہ یہ یہ کرنے ہیں۔ میڈم! جس purpose کے لیے کمیٹی بنی تھی اُن سے کہا تھا کہ ہمارے اختیارات یہ ہیں ۔۔۔ (مداخلت)

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! آپ پہلے سن لیں۔

وزیر مکملہ تعلیم: اُسکے لیے کمیٹی تو نہیں بنی تھی۔ کمیٹی بنی تھی فیس increase کر دو۔ وہ کر دیا تھا۔ کمیٹی چار نکات کے لیے بنی تھی وہ چار کے چار حل کر دیئے۔ مزید ہمارے اختیارات نہیں تھے۔ اگر اختیارات ہیں تو اسے کے سامنے رکھو۔ اسے ملمبوہ منظوری دے اُس پر بھی بات کریں گے۔ جی۔۔۔ (مداخلت)

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! انہوں نے کہہ دیا۔

وزیر مکملہ تعلیم: میڈم! آپ کو ڈاکٹر مالک بتاچکے ہیں کہ یہ آپ کا اختیار نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب آپ کے پارلیمانی لیڈر ہیں اسے کے ریکارڈ پر ہے۔ ملنا چاہیے، دینا چاہیے۔ میں نے یہ بات نہیں کی ہے۔ میں نے یہ کہا ہے کہ یہ اختیار چانسلر کا ہے۔ وہ اپنا اختیار خود استعمال کرتا ہے۔ ہم یہاں سے اُس کو وہ نہیں کر سکتے ہیں۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! جی!

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: جناب چیئرمین! جب اسے نے یا یکٹ پاس کر دیا ہے آج آپ اس کرسی پر بیٹھے ہیں آپ دیانتداری سے یہ فیصلہ کریں۔ یہ فیصلہ ہمارے بچوں کے مستقبل کا ہے۔ یہ فیصلہ ہمارے اس قوم کے مستقبل کا ہے۔ یہ فیصلہ ہماری قوم کے معماروں کا ہے جو آگے چل کے شاید انہی کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے۔ آج وہ بھوک ہڑتاں پر بیٹھے ہوئے ہیں افسوس اس قوم کا کہ جس کے بچے روڑوں پر اس طرح کمپ لگا کر بیٹھے ہیں اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ یہاں ایک کمیٹی بنائی گئی، ہم سے مشاروت لی گئی، ہم نے اپنی ساری تجویزیں اُن پر عملدرآمد نہیں ہوائیں آج اس floor پر کہتی ہوں کہ آئینی اور قانونی طور پر اس کمیٹی کو بھی ختم ہونا چاہیے۔ جہاں ہم یہ تمام چیزیں بیٹھ کے ایک مشاورت کرتے ہیں اور اس کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی ہے

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! آپ ایسا کہجئے۔ آپ سن لیں آپ اپنی پارٹی کے پارلیمانی لیڈر کے ذریعے سے

next session میں اس کو لا کیں اگر اٹھانا چاہتی ہیں۔ اب اسمبلی کا اجلاس بروز جمعرات سورنہ 26 اکتوبر 2017ء، بوقت شام 4:00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام 07:00 بجے 10 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

